ازہار تحقیق

بجواب

انوار تحقیق

تصنیف:

قاری صغیر احمد قادری

ازہارِ تحقیق

بجواب

انوارِ تحقیق

تصنیف

قاری صغیر احمد قادری

ناشر: مجلس علماء جماعت اہل سنت وادیء بناہ کھوئیرٹہ آزاد کشمیر

جملہ حقوق محفوظ ہیں

کتاب کا نام ------ ازہار تحقیق بجواب انوار تحقیق

تصنیف ---------- قاری صغیر احمد قادری

پروف ریڈنگ ---------ہارون الرشید نقشبندی

کمپوزنگ --------- قادری اینڈ عدیل احمد

سرورق --------شبیر حسین 0322-7202212

اشاعت ---- جمادی الثانی ۱۴۳۴ھ بمطابق اپریل ۲۰۱۳ء

زیر اہتمام ---------الحاج عبدالوہاب یو کے

ملنے کا پتہ :

راہی ٹریڈرز بلمقابل یادگار ہوٹل کھوئیرٹہ آزاد کشمیر
Mob: 0301-5802417, 0344-5751600

ناشر: مجلس علماء جماعت اہل سنت وادیء بناہ کھوئیرٹہ آزاد کشمیر

فہرست

نمبر شمار		صفحہ نمبر
1	اهداء	4
2	عمدۃ التحقیق لکھنے کی ضرورت کیوں پیش آئی ؟	5
3	خدمت دین کیلئے زندہ رہنے والے لوگ	7
4	یہ تحقیق کے انوار ہیں؟	9
5	انوار تحقیق یا اظلام تضلیل وتجہیل	11
6	حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ	13
7	اہل تشیع اور اہل سنت و جماعت کا اختلاف	13
8	قاضی ابوبکر باقلانی	19
9	افضل البشر بعد از انبیاء کرام ابوبکر صدیق ہیں	22
10	افضلیت قطعی ہے	23
11	مسئلہ افضلیت اتفاقی ہے اختلافی نہیں	24
12	انواریوں کا عقیدہ جمہور والا نہیں	25
13	خلافت باطنیہ باقلانی کی ایجاد ہے	26
14	بانیان تحقیق کی بصیرت علمی اور بصارت نظری	27
15	ابن عبد البر اندلسی	28
16	عبد الکریم شہرستانی، تحقیق کے آئینے میں	30
17	محقق عصر کا فتوی	34
18	اجماع اور نقل تواتر	36
19	اجماع موجب قطعیت ہے	38
20	محقق عصر کی ایک اور لن ترانی	40
21	بانیان تحقیق اجماع ظنی کے بھی منکر ہیں	40
22	محمود سعید ظنی مانتا ہے، مگر انواری ظنی بھی نہیں مانتے	41
23	انواریوں کا عقیدہ کیسا ہے افضلیت قطعی ہے نہ ظنی	42
24	جمہور کا عقیدہ قطعیت ادلہ ثلثہ کی پیداوار ہے	44
25	انواریوں کی غلط فہمی	46
26	خلیفہ کیلئے افضل ہونا ضروری ہے	47
27	انواریوں کی غلط فہمی کا ازالہ	48
28	بانیان تحقیق اجماع صحابہ بمعنی قول اکثر پر ثبوت پیش کریں	52
29	زبدہ اور انوار کا اعتقادی تضاد	61
30	اجماع کا معارضہ امام شافعی کے قول سے	64
31	فان علیا منی الحدیث کی تحقیق	64
32	انوار نے مسئلہ افضلیت کے اتفاقی ہونے سے انکار کردیا	66
33	خلافت ظاہریہ اور باطنیہ کا محل	67
34	ملا علی قاری کی عبارت سے کج فہمی	68
35	اعلیٰ حضرت اور خلافت باطنیہ	70
36	الریاض النضرۃ اور عمدۃ التحقیق	72

فہرست

نمبر شمار		صفحہ نمبر
37	میں اور علی ایک نور سے ہیں اس کی تحقیق	72
38	زبدہ کا اعتقادی تضاد	74
39	تفضیلی سید قابل تعظیم نہیں	74
40	انواری ٹولے کا ترکیب نحوی پر تشویش	75
41	ابو طفیل رضی اللہ عنہ کا قول تحقیق کے آئینے میں	81
42	تعریف دلیل افضلیت نہیں	84
43	خیر البریہ ابو بکر صدیق ہیں	85

”اھداء“

عمدۃ التحقیق کی ہر دو جلدات، اور مختصر ہذا، ”ازہار تحقیق“ کو روح کائنات، مربی موجودات، قاسم الخیرات، مبداء الفیوض والبرکات، سید المرسلین، امام الاولین والاخرین شفیع المذنبین رحمۃ اللعالمین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ رسالت میں پیش کرتے ہیں جن کی زبان وحی ءترجمان نے جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو افضلیت کا یہ اعزاز ارزاں فرمایا: ”واللہ ما طلعت الشمس ولا غربت بعد النبیین والمرسلین علی احدافضل من ابی بکر“

گر قبول افتدز ہے عزوشرف

در رسالت اور آستان صدیقی سے وابستہ ہر سنی سے التماس ہے کہ موجبات نجات، اور ذرائع عظمت وشرف پر دنیاوی کرنسی کی چمک کو ترجیح نہ دی جائے، روز محشر نبی الانبیاء کے لواء الحمد کے سائے میں جگہ پانے کیلئے امت کے اسلاف واخلاف کی پیروی کی جائے ـــــ

مرکزی جماعت اہل سنت تحصیل کھوئیرٹہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

عمدۃ التحقیق لکھنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟

کشمیر کا یہ آزاد خطہ مذہبی منافرت سے پاک اور مسلکی مناقشات سے محفوظ چلا آرہا تھا، ننانویں فیصد آبادی سنی، حنفی تھی، اور لوگ آزاد کشمیر اور پاکستان کی روحانی عقیدت گاہوں کے حلقہ ارادت میں تھے، مگر تین سال کا عرصہ ہوا، زبدۃ التحقیق کے نام سے چار صد صفحات اوڑھے ایک کتاب منظر عام پر آئی، جس کے مولف کا تعارف (نام نہاد) ''مفکر اسلام پیر سید عبد القادر شاہ جیلانی حسنی حسینی کے الفاظ والقابات سے کروایا گیا تھا،، مولف نے درج ذیل امور پر فکر اسلام کو پیش کیا اور دعوت اعتقاد وعمل دی، مفکر نے اپنی کتابی نگارشات میں پوری علمی قوت اس بات میں جھونک دی کہ کسی صحابی کو دوسرے کسی صحابی پر فضیلت دینا اعتقادی زلت ہے، بالخصوص خلفائے اربعہ میں خلیفہء رسول اللہ ﷺ جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تمام امت میں سب سے افضل ماننا غلط، اور حق کے خلاف ہے،،

ثانیاً: انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی امت میں سب سے افضل ہیں، جو ان کو افضل نہ مانے وہ کافر ہے، منافق ہے،،

ثالثاً: جمہور قانون ساز ادارہ نہیں، قانون ساز ادارے نیشنل اسمبلی اور سینٹ ہیں۔

رابعاً: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر کوئی اجماع نہیں ہوا نہ نصی اور نہ سکوتی۔

خامساً: آئمہ اربعہ کا رجحان تفضیل علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف ہے بلکہ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی اہل تفضیل ہیں،

سادساً: ان تمام باتوں کی صحت پر اخبار احادہ مرجوحہ، شاذہ سے استدلال کیا گیا،

چونکہ مندرجہ بالا ان باتوں سے قرآن، حدیث، اجماع اور جمہور اہل سنت سے ثابت ہونے والی افضلیت ابو بکر اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کا انکار اور خلاف لازم آتا ہے کیونکہ شیخین کی افضلیت دلائل قطعیہ سے ثابت ہے اور افضلیت بھی قطعی ہے، جس کا انکار ایک مسلمان کیلئے قطعاً جائز نہیں مفکر اسلام کی یہ فکر چونکہ اجماع کی نفی، جمہور اہل سنت کے خلاف ایک تحریک اور تحریف تھی جس کے پردوں میں صحابہ، تابعین، اور جمہور اہل سنت کے اسلاف و اخلاف کے خلاف طغیان اور عصیان واضح ہے، اور بالبداہۃ یہ امر منکر ہے اس لئے اس کا جواب دینا شرعی تقاضا تھا جو عمدۃ التحقیق کی صورت میں آٹھ صد صفحات کی ضخامت میں دیا گیا ہے، رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے امر منکر ملاحظہ کرنے پر ہاتھ اور زبان سے اس کا سد باب کرو، اگر ایسا کرنا دائرہ امکان میں نہ ہو تو دل سے برا جانو مگر یہ ایمان کی اضعف ترین صورت ہے اگر کوئی نور علم سے محروم، بصارت اور بصیرت سے حرماں نصیب، داڑھی سجا کر یا بدوں داڑھی جواب زبدہ کو غیر ضروری کہے تو اس کو اپنے ایمان کی فکر کرنی چاہیے، نجات اخرویہ کا ذریعہ دنیاوی کرنسی کی چمک نہیں بلکہ اعتقاد و عمل کی صحت اور درستگی ہے، عمدۃ التحقیق علوم وفنون کا بحر ذخار، اور ادلہ عقلیہ ونقلیہ کا ایک بحر بیکراں ہے، جس کا جواب دینا کار آسان نہیں، انوار تحقیق کے نام سے لکھا جانے والا جواب زبدہ، اور غایۃ کا حرف بحرف چربہ ہے، انوار میں مرقوم ہر بات کا مدلل اور محقق جواب عمدۃ التحقیق میں موجود ہے، مزید برادرم قاری صغیر احمد قادری نے نہایت ہی مدقق جواب ''ازہار تحقیق'' کے نام سے تحریر فرمایا ہے، جس نے زبدہ اور غایہ کے تانے بانے توڑ مروڑ کر بے اثر اور بے اصل کر دیئے ہیں۔ ''الحمد للہ'' ہم ایک بار پھر بانیان تحقیق کو عمدۃ التحقیق پڑھنے اور غور و فکر کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔ وما علینا الا البلاغ

عابد حسین جلالی

خطیب جامع مسجد عباس، گھوڑا

خدمت دین کیلئے زندہ رہنے والے لوگ

اللہ تعالیٰ خالق کل، مالک کل، اور مختار کل ہے، وہ اپنی مرضی اور چاہت سے جس کیلئے جو چاہتا ہے وہ عطا فرماتا ہے، جس کو حسن بے مثال عطا فرمائے تو اپنے فضل وکرم سے عصمت وطہارت کی پاکیزہ رداء اوڑھا دیتا ہے جاہ ومنصب عطا کرتا ہے تو غریب پروری اور خوف خدا دل میں بسا دیتا ہے صحت وتندرستی عطا فرمائے تو اپنی بارگاہ احدیت اور دربار صمدیت میں سجدہ ریزہ ہونے کی ہمت اور توفیق بخش دیتا ہے اگر کسی مقدس ہستی کے سر اقدس سے عاطفت پدری اور ذوق ممتا کی لذت کا سایہ ہٹالے تو اپنی آغوش رحمت میں لے کر دارین کی سیادت اور قیادت ارزاں فرما دیتا ہے کسی کو مال وثروت سے نواز کر مبتلائے آزمائش کر دیتا ہے اور کئی وہ خوش بخت، اور عالی اقدار لوگ بھی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ دولت وثروت عطا فرمائے تو وہ راہ خدا میں لٹا دیتے ہیں اور ان کی متاع زیست رضائے الٰہی ہوتی ہے، دکھلاوے اور شہرت سے دور اور بے نیاز ہو کر اللہ کی عطا کو اللہ کے نام پر خرچ کرنے کیلئے بے تاب اور آرزو مند رہتے ہیں، ان کی طمانیت اور سکون کا راز مکاتب مدارس اور مساجد کی تعمیری سرگرمیوں میں مضمر ہوتا ہے، اس مقدس گروہ میں ایک نام الحاج محترم صوفی اللہ داد مرحوم ومغفور کا بھی ہے، جن کی ساری عمر مساجد کی تعمیر اور آبادکاری میں گزری ہے، مرحوم نے مختلف مساجد اور مدارس کے قیام، انتظام اور انصرام میں دلچسپی لے کر بھرپور مالی معاونت کی، اور ان کے جاری اور ساری رکھنے کیلئے عملی، اور مالی اقدامات کئے، مسلک حقہ اہل سنت وجماعت کی تبلیغ وتشہیر میں نمایاں خدمات سرانجام دی ہیں جو مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ زندہ اور تابندہ ہیں،

دینی، مذہبی خدمات اور ترجیحات کے حوالے سے محترم صوفی اللہ داد مرحوم ومغفور کا اسم گرامی محتاج تعارف نہیں، مرحوم نے دیار غیر میں رہتے ہوئے بھی دینی عبادت گاہوں، تعلیمی درسگاہوں میں

بھرپور تعاون کا سلسلہ جاری رکھا، اسی لگن کو لئے ہوئے دار آخرت کا سفر اختیار کیا'' انا لله وانا الیه راجعون ''

مرحوم کی رحلت کے بعد ان کے لخت جگر محترم الحاج عبد الوہاب نے اپنے والد مرحوم کے مشن کے جاری اور باقی رکھنے کا عہد و پیاں کیا، اور انہی خطوط پر اپنی زندگی کو استوار کیا، جوان کے والد مرحوم ان کیلئے متعین فرما گئے تھے، عبد الوہاب محترم نے اپنے والد مرحوم کی سیرت و کردار کا کوئی پہلو ترک نہیں کیا، صوم وصلوۃ کی پابندی کے ساتھ ساتھ دین کی اشاعت، مدارس مساجد کی تعمیر و ترقی میں مالی معاونت انکی فطرت ثانیہ ہے، موصوف مذہبی شعار کے دلدادہ اور دینی معلومات پر کافی دسترس رکھتے ہیں، زیارت حرمین طیبین کی عظمت سے بہرہ ور ہونے کے علاوہ مسجد اقصیٰ اور دیگر مقامات مقدسہ کی زیارت سے بھی شرف یاب ہو چکے ہیں، اخلاقی اقدار کے پاسدار، اور طبع انسانی کے تناظر میں نہایت ہی ملنسار اور متواضع ہیں، دینی کام کرنے والے مدارس، اور مساجد کی مالی معاونت کیلئے با قاعدہ صوفی اللہ داد ویلفیئر فاؤنڈیشن کے نام سے ایک رجسٹرڈ ٹرسٹ روبعمل ہے، رمضان المبارک کے مقدس مہینے میں دینی طلباء کیلئے عیدی پیکج جس کا طغرۂ امتیاز ہے، دین سے دوری کے اس دور میں وہ دین کے احیاء اور مذہب کی بقاء کیلئے گرانقدر خدمات سرانجام دینے کا عزم صمیم رکھتے ہیں، کتاب ہذا کی اشاعت وطباعت مین ان کی ذاتی دلچسپی کارفرما ہے ،رب ذوالجلال ان کے مالی اور قولی تعاون کو شرف اجابت عطا فرمائے آمین ،اور موصوف کا وجود مسعود ملت اسلامیہ کیلئے بالعموم اور مسلک حقہ اہل سنت و جماعت کیلئے بالخصوص چشمہ فیوض و خیرات فرمائے آمین

مولوی حبیب الرحمٰن نقشبندی

ناظم اطلاعات ونشریات جماعت اہل سنت کھوئیرٹہ

یہ تحقیق کے انوار ہیں؟

حامداً و مصلیاً: چند دن ہوئے ایک کتاب انوار تحقیق کے نام سے دیکھنے میں آئی، ورق گردانی کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ کتاب ''عمدۃ التحقیق بجواب زبدۃ التحقیق'' کا جواب ہے، عمدۃ التحقیق دو جلدوں پر مشتمل ہے اس کتاب میں قرآن، حدیث، اجماع امت، سے خلیفہء رسول ﷺ جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر روشنی ڈالی گئی ہے، اور عقیدۂ جمہور اہل سنت کی توضیح اور تفسیر اقوال سلف وخلف سے کی گئی ہے اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو پوری دنیا میں عزت اور شہرت سے نوازا ہے وقت کے علماء اور مشائخ اہل سنت نے کتاب کو''لاجواب'' ہونے کی سند عطا فرمائی ہے لیکن فریق مخالف نے غایۃ التبجیل ،زبدۃ التحقیق کی سیاہی کو سفید اوراق پر بکھیر کر انوار تحقیق کا نام دے کر بطور جواب پیش کیا ہے؟ صرف اوراق وعنوان کے تقدم اور تاخر کا فرق ہے کتاب کا زیادہ تر حصہ اور ضخامت زبدۃ التحقیق کی ہے ایک سال ہوا شدت سے جواب کا انتظار کیا جارہا تھا آخر جواب آیا تو واضح ہوا کہ عمدۃ التحقیق کے اوراق میں دلائل وشواہد کے بحر ذخار سے ایک قطرہ کم کرنے یا اس سے معارضہ استدلال کی توفیق نصیب نہیں ہوئی، صرف اعتقادی مواد اور قلمی سواد کو یکجا کر کے کتاب کی شکل دے دی گئی ہے یہ ایسے ہی ہے جیسے خون آلودہ کپڑے زیب تن کر کے شہیدوں میں نام لکھوایا جائے، چند احباب نے انوار تحقیق کو پڑھا، سب کا اتفاق تھا کہ یہ کتاب دیرینہ محتویات، زبدۃ اور غایۃ التبجیل کے مندرجات کا آئینہ ہے جن کا مستند اور مدلل جواب عمدۃ التحقیق میں دیا جا چکا ہے مولف نے اس کا مطالعہ کئے بغیر ان امور کو الفاظ کا جامہ اوڑھا دیا ہے بلکہ نقل حروف کی ہے تاہم قابل جواب نہ ہونے کے باوجود مناسب یہی سمجھا گیا کہ خاموشی سے تحریر اچھی ہے، بحمد اللہ ہم چند امور کو زیر بحث لائینگے،، یاد رہے کہ تحقیق کیلئے وسعت علمی، استخراج دلائل کیلئے محققانہ عقابی نگاہ، تجزیہء دلائل میں اصول وقواعد کا موازنہ

،اثبات موقف کیلئے جابرانہ انداز تحریر اور حاکمانہ الفاظ کی اشد ضرورت ہے جبکہ انوار تحقیق میں اس نام کی کوئی شی ءہی نہیں ہے تحقیق متنازع افراد کی سوانح حیات کا تذکرہ ،اور نقل از نقل نہیں ،اجماع صحابہ اور تابعین کا انکار ،جمہور اہل سنت سے انحراف ،وجود قطعیت کا عدم تسلیم ،اخبار احادہ ،مرجوحہ ،شاذہ کو اساس ایمان گردان کران پر اعتقاد وعمل کے محلات تعمیر کرنا انوار نہیں بلکہ اضلال واظلام ہیں ،جن سے اس جیتی جاگتی دنیا ،جو تقریباً ڈیڑھ ہزار برس سے وحی ءکے بیان ،نبی کریم کی زبان ،اور قرآن کے تبیان سے پھوٹنے والے انوار وتجلیات سے بہرہ ور ہو کر منزل آخرت کی طرف رواں دواں ہے ،کو دھوکا دیا جا سکتا ہے نہ ہی اسلاف کی تعمیر کردہ شاہراہ سے ہٹایا جا سکتا ہے۔

تحقیق ،غیر مفسر ،غیر متعین ،مبہم ،تشریح طلب ،غیر مدلل مسئلہ جو روبعمل لایا گیا ہو نہ لایا جا سکتا ہو کو تبحر علمی کی شناوری ،اور تجزیاتی بصیرت سے اس طرح نکھارنا کہ اس کا کوئی پہلو تشنہ ءتوضیح اور محتاج دلیل واستدلال نہ رہے کا نام ہے جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی افضلیت ایک ایسا آفتاب جہاں تاب ہے جس کے مشارق قرآن وحدیث اور اجماع امت ہیں ،واقعاتی نفس الامری حوادث میں آفتاب افضلیت ایک ایسی اکائی ہے جس کا مغرب نہیں اگرچہ ہر دور میں مجادلت ومخاصمت ،عصبیت وبغاوت کے منہ زور بے مہار گھرے بادلوں نے ضیاء بار کرنوں کو روکنے کی سعی ءبلیغ کی ہے مگر ازلی صداقتوں سے بھر پور اور معمور آفتاب صدق وصفا کی طاقتور روشنیاں نہ صرف ان پر غالب آئیں بلکہ سمندر کے خوفناک ،طاقتور طوفان کی طرح بہا کر لے گئیں ،،افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا دورانیہ بعثت نبوی سے لیکر صبح قیامت تک ہے جس کا ہر ہر دن عظمت صدیق اکبر کا بیان ہر آن عظمت صدیق کا پیغام اور ہر سنِ افضلیت صدیق کا ترجمان اور پاسبان ہے۔

انوار تحقیق یا اظلام تضلیل وتجہیل

کتاب مذکور کے ترکیبی اجزاء زبدۃ التحقیق اور غایۃ التبجیل کے مندرجات ہیں جن کو توڑ مروڑ کر بدوں ترتیب ومناسبت جوڑ کر انوار تحقیق کا نام دیا گیا ہے فرق صرف اتنا ہے کہ زبدہ اور غایہ کے راگ پہلے الاپے گئے اور یہ ڈیڑھ برس بعد الاپا گیا تینوں کا محور اور مرکز یہی ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد جناب صدیق اکبر افضل البشر نہیں بلکہ مولائے کائنات حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ ہیں زبدۃ اور غایہ کی طرح اس کتاب میں بھی انہی آثار ضعیفہ، اخبار احادہ مرجوحہ سے استدلال اور استشہاد کیا گیا ہے جن کا ضعف اور مرجوحیت علمائے محدثین کی کتب سے عمدۃ التحقیق میں بالوضاحت اور بالفعل پیش کیا جاچکا ہے لیکن سچ ہے دیدۂ کور کو کیا نظر آئے کیا دیکھے؟

انوار تحقیق کا مبلغ علم یہ ہے کہ عمدۃ التحقیق کے دلائل نقلیہ، اور عقلیہ کی جگہ ابن عبدالبر اندلسی، قاضی ابوبکر بن الباقلانی، اور عبدالکریم شہرستانی کی سوانح حیات تحریر کیے گئے ہیں، حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ کی شخصیت کا تعارف کرایا گیا ہے اور اپنی تحقیق کا نچوڑ اور خلاصہ درج ذیل شعر میں بتایا گیا ہے،

بغض علی سے باز آ اے وقت کے یزید
حب علی کو دخل ہے تیری نجات میں

چونکہ فریق مخالف کا کتابی مواد، اور اعتقادی نظریہ اسی شعر کے گرد گھومتا ہے اور بطور طنز اہل سنت وجماعت کی طرف پھینکا گیا ہے اس لئے اس کا تجزیہ کرنا ہمارا حق ہے، عمدۃ التحقیق میں جناب علی المرتضی کی محبت کے جزو ایمان ہونے پر اور بغض وعناد پر فسق ونفاق میں مرنے پر بار بار نقل ہو چکا ہے یہ ایک بے ہودہ الزام اور لایعنی کلام ہے،، اہل سنت وجماعت کے نزدیک جناب علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے بغض اور کینہ رکھنے والا بے ایمان اور دائرہ اسلام سے خارج ہے اس کے

باوجود اگر کوئی اس الزام بد کا مورد ٹھہراے تو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو، حب علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کی روشنی میں خصہ ایمان ہے اسی طرح صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی افضلیت قرآن اور زبان رسول اللہ ﷺ سے واضح اور ثابت ہے جو اس کا انکار کرے جناب صدیق اکبر سے عداوت اور دشمنی پالے، بدزبانی، اور ہزیاں کلامی کرے اسے بھی اپنے ایمان کی فکر کرنی چاہیے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کی تصدیق اور تسلیم بھی جزو ایمان ہے،، مجبورا مذکورہ بالا شعر کے جواب میں شعر کہنا پڑا ہے ملاحظہ ہو......

بغض صدیق سے باز آاے وقت کے پلید
فرمان رسول کا دخل ہے تیرے ایمان میں

حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ایک واضح عقیدہ اور جلی تحریر موجود ہے بانیان تحقیق کو پڑھنے کی ہمت اور توفیق نصیب نہیں ہوئی، معاذ اللہ امام موصوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق گستاخی، بے ادبی، کا ایک لفظ بھی عمدۃ التحقیق میں نہیں، بلکہ عمدۃ التحقیق کی دوسری جلد میں بالوضاحت یہ تحریر کر دیا گیا ہے کہ اہل تشیع بالخصوص فرقہ امامیہ امام موصوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پانچواں امام یعنی پانچواں خلیفہ مانتے ہیں، اہل تشیع کا امامیہ فرقہ بارہ امام یعنی بارہ خلفاء کا عقیدہ رکھتا ہے جن میں امام موصوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ پانچویں خلیفہ ہیں، اہل تشیع خلافت کی جگہ امامت کے قائل اور معتقد ہیں ان کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کے پردہ فرمانے کے بعد امامت ہے خلافت نہیں سب سے پہلے امام جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آخری امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں،

اہل تشیع اور اہل سنت و جماعت کا اختلاف

اہل سنت و جماعت کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کے انتقال پر ملال کے بعد خلافت ہے امامت نہیں امامت کی اصطلاح اہل تشیع کی تراشیدہ ہے اہل سنت و جماعت کا کوئی اہل علم اس کا قائل نہیں،، علامہ سعد الدین تفتازانی رحمہ اللہ نے فرمایا: "ان الامامة اعم لكن هذا الاصطلاح مما لم نجده من القوم بل من الشيعة" (شرح عقائد: ص: ۱۵۵)

ثابت ہوا رسول اللہ ﷺ کی رحلت طیبہ کے بعد خلافت کو نہ ماننا بلکہ امامت کا عقیدہ رکھنا اہل تشیع کا ہے اہل سنت و جماعت کا نہیں، شیعہ کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کی رحلت مقدسہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام یعنی خلیفہ ہیں ان کے بعد حضرت حسن ان کے بعد حضرت حسین ان کے بعد حضرت علی زین العابدین، ان کے بعد امام باقر ان کے بعد امام جعفر صادق ان کے

بعد امام موسیٰ کاظم ان کے بعد امام علی رضا ان کے بعد امام محمد التقی ان کے بعد امام علی النقی، ان کے بعد حضرت حسن عسکری ان کے بعد امام حضرت محمد قاسم، (حضرت امام مہدی) رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ہیں۔

اہل سنت و جماعت کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کے بعد امام حق ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں (ایضاً)

ہر دو مذاہب کے اعتقادی تقابل سے واضح ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد امام کا عقیدہ رکھنا اور بارہ امام ماننا اہل تشیع کا عقیدہ ہے اہل سنت کا نہیں چنانچہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ نے فرمایا: عقیدۂ ششم آنکہ امام بعد از رسول بلا فاصلہ ابو بکر صدیق است وہمیں است مذہب اکثر اہل اسلام، وشیعہ متفرد اند بانکار ایں عقیدہ" (تحفہ اثناء عشریہ ص:۱۸۰)

چھٹا عقیدہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد امام بلا فاصلہ ابو بکر صدیق ہیں اور اکثر اہل اسلام کا یہی مذہب ہے صرف شیعہ اس کے منکر ہیں۔

علامہ تفتازانی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ کی تصریحات سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے انتقال کے بعد خلافت کی جگہ امامت کا قول کرنا اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو پہلا امام قرار دینا شیعہ کا عقیدہ ہے، اہل سنت کا نہیں،

اہل سنت و جماعت امام دینی، مذہبی اور روحانی پیشوا کو کہتے ہیں جیسا کہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے فرمایا باید دانست امامت نزد اہل سنت بمعنی پیشوائی در دین نیز اطلاق کنند، وبہ ہمیں معنی امام اعظم، امام شافعی را کہ در فقہ پیشوا بودند، وامام غزالی وامام رازی را کہ در عقائد وکلام، ونافع وعاصم را کہ در قرأت امام بودند امام گویند، وآئمہ اطہار، در جمیع ایں فنون پیشوا بودہ اند خصوصاً در ہدایت باطن وارشاد طریقت مخصوص بایشان بود بایں جہت ایشاں را اہل سنت علی الاطلاق آئمہ دانند، نہ امامت مرادف خلافت است" (تحفہ اثناء عشریہ، ص:۱۸۰)

ترجمہ: تمہیں یہ جان لینا چاہیے کہ دین میں پیشوائی کو بھی امامت کہتے ہیں امام اعظم اور امام شافعی رحمہما اللہ کو فقہ میں پیشوائی کی وجہ سے امام کہا جاتا ہے عقائد اور علم الکلام میں پیشوائی کی وجہ سے امام غزالی اور امام رازی کو امام کہا گیا ہے،، حضرت نافع اور حضرت عاصم کو قرأت میں پیشوائی کی وجہ سے امام کہا جاتا ہے آئمہ اہل بیت اطہار ان تمام علوم وفنون میں چونکہ پیشوا ہوئے ہیں اس لئے ان کو امام کہتے ہیں خصوصاً وہ باطن کے ہادی ہیں اور طریقت کی راہ نمائی ان کا خاصہ ہے ان وجوہات کی بناء پر اہل سنت ان کو بدون تخصیص امام کہتے ہیں، اہل سنت خلافت کے معنی میں ان کو امام نہیں کہتے،

لفظ امام میں اہل سنت اور شیعہ کے درمیان جو فرق ہے شاہ صاحب کے کلام سے واضح ہوگیا ہے کہ آئمہ اہل بیت اطہار کو اہل سنت باطن، طریقت اور علوم شرعیہ میں پیشوا ہونے کی وجہ سے امام کہتے ہیں، خلیفہ نہیں مانتے،،

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمہ اللہ نے فرمایا امامت اگر بمعنی مقتدی فی الدین ہونے کے ہے تو بلاشبہ ان کے غلام، الخ

اور اگر خلافت عامہ مراد ہے تو وہ ان میں صرف امیر المومنین مولی علی وسیدنا امام حسن مجتبیٰ کو ملی وبس، رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، (انوار تحقیق، ص:۳۶)

جس طرح شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے فرمایا کہ: اہل سنت و جماعت آئمہ اہل بیت کو دینی پیشوا کے معنی اور مفہوم میں امام مانتے ہیں جبکہ اہل تشیع خلافت کے معنی میں امام تسلیم کرتے ہیں خلیفہ کا لفظ چھوڑ کر امام کہنا اہل تشیع کی اصطلاح ہے، نہ کہ اہل سنت کی، جیسا کہ علامہ تفتازانی نے شرح عقائد: ص: ۱۵۵، پر فرمایا ہے اور یہی بات اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ نے فرمائی ہے اور یہی وضاحت عمدۃ التحقیق، ج،۲، ص: ۲۶۲ اور ۲۶۳، پر ہے اس میں شور اور واویلا کرنے کی کون سی بات ہے؟ بانیان تحقیق اگر اپنی کتاب میں امام اہل سنت فاضل بریلوی کی عبارت دیکھ لیتے تو

اتنے صفحات کالا کرنے سے بچ جاتے، پھر یہ شور، واویلا بلا دلیل اور بدوں ثبوت ہے بانیان تحقیق نے عمدۃ التحقیق کا کوئی جملہ، کوئی تحریر بلکہ ایک لفظ بھی نقل نہیں کیا جس سے مطابقتا، تضمنا یا التزاما توہین کا کوئی پہلو نکلتا ہو،، شیعہ مذہب کا امام لکھنے سے کوئی تنقیص شان ہوئی نہ تقصیر مقام،، بحوالہ نقل کیا گیا ہے کہ اہل تشیع کے ہاں یہ لفظ امام معتقد بہ ہے اس کے لحاظ سے حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ پانچویں امام ہیں، شیعہ مذہب کے اگر پانچویں امام نہیں تو امامت کے شجرہ نسب میں کیوں امام لکھتے اور مانتے ہیں؟ جب لکھتے اور مانتے ہیں تو شیعہ مذہب کے امام لکھنے پر اتنا واویلا کیوں؟ معلوم ہوتا ہے عمدۃ التحقیق سے حسد نے ان کی نظری اور علمی بصیرت سلب کر لی ہے۔

اہل تشیع کا رسول اللہ ﷺ کے انتقال مکانی کے بعد خلافت کے بجائے امامت کی اصطلاح تراشنا اور اس پر اعتقاد و عمل رکھنا رسول اللہ ﷺ کے فرمان مبارک کے خلاف ہے، آپ ﷺ نے فرمایا میرے بعد خلافت تیس سال تک رہے گی بعد از اں خلافت ظالم بادشاہت میں تبدیل ہو جائے گی، اس طرح خلافت راشدہ کا دور حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت پر ختم ہو گیا، حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کے ایام خلافت کے بعد امامت کا تسلسل اور مخصوص شجرہ نسب کے لئے کس دلیل کی بناء پر ہے؟ اس عقیدہ کو قرآن، حدیث، اجماع امت میں سے کسی ایک کی بھی تائید اور توثیق حاصل نہیں، یہ اصطلاح اور طریق امامت شیعہ کی اپنی ذاتی اختراع ہے اہل سنت و جماعت کا اس امامت بمعنی خلافت سے کوئی تعلق نہیں؟ جب حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ کو اہل تشیع کی اصطلاح اور اعتقادی بنیاد پر، شیعہ مذہب کے امام لکھ دیا گیا تو آسمان سر پر اٹھانے کا مقصد؟ امام موصوف رضی اللہ عنہ کے وجود مسعود، سیرت و کردار، روحانی اور شرعی عظمتوں اور بشارت نبوی ﷺ سے کس کی مجال انکار و انحراف ہے؟ اگر نعوذ باللہ عمدۃ التحقیق میں ایسی کوئی چیز ہے؟ تو بانیان تحقیق نے وہ کیوں پیش نہیں کی؟ چند سطور لکھ کر تعارف کرایا، اور سوالیہ انداز میں کہا

مانتے ہو کہ نہیں؟ دانش وفطانت اللہ کی دین ہے اگر نہ ہو تو پھر اور کون دے سکتا ہے؟ اگر اللہ تعالیٰ عطا فرمائے تو آدمی غیر متعلقہ انداز تحریر سے اجتناب کرتا ہے خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد اہل سنت وجماعت کے نزدیک خلافت راشدہ کی مدت تیس سال ہے جس کا اختتام حضرت حسن المجتبیٰ رضی اللہ عنہ کے ایام خلافت پر ہوتا ہے، شیعہ کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کے بعد امامت ہے اور امام اول حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں، اور آخری امام امام مہدی علیہ السلام ہیں، جبکہ حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ، پانچویں امام ہیں جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔

اب سوال یہ ہے کہ صحیح حدیث کے مقابل جس میں خلافت کا لفظ، مدلول مصداق اور اس کی مدت مذکور اور متعین ہے وہ کونسی دلیل ہے جس نے جناب علی المرتضیٰ اور حضرت حسن المجتبیٰ رضی اللہ عنہما کے بعد آئمہ کی یہ تعداد بتائی اور عرصہ ء امامت متعین فرمایا؟ ہم نے اہل تشیع کا عقیدہ درمسئلہ امامت بیان کیا ہے اور اسی ترتیب سے بیان کیا ہے جس پر وہ اپنے عمل واعتقاد کی بنیاد رکھے ہوئے ہیں، واقع اور حقیقت میں جب ان کا یہ مسلمہ عقیدہ ہے تو اس کے نقل کرنے پر اتنی تمہید طولانی کیوں؟ اس تمہید میں کون سا علمی اور فنی مواد پیش کیا گیا ہے جس سے عمدۃ التحقیق لاعلم تھی ،تطویل تمہید تو لا طائل ہے ''فافہم''

بانیان تحقیق جوش غضب میں امام اہل سنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمہ اللہ کی تحریر کو پڑھ سکے اور نہ سمجھ سکے جو کتاب کے ص، ۳۶، پر خود نقل کی ہے،، امام موصوف کی یہ تحریر ہمارے موقف کی تائید اور ان کے راگ کے خلاف نہیں؟ جب یہ عقیدہ اہل سنت وجماعت کی تصدیق اور توثیق ہے تو رجوع چہ معنی دارد؟

سید السادات امام العارفین پیشوائے کاملین حضور سیدنا داتا گنج بخش علی ہجویری رحمہ اللہ نے فرمایا :حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ طریقت اور مشاہدہ میں دلیل، حجت اور ارباب مشاہدہ کی برہان اور امام ہیں،، (انوار، ص:۲۳)

مولانا عبدالرحمٰن جامی نے فرمایا: حضرت محمد بن علی بن حسین (امام باقر علیہ السلام) بارہ آئمہ میں سے پانچویں امام ہیں،، (انوار: ص: ۳۱)

حضور داتا گنج بخش رحمہ اللہ نے طریقت اور مشاہدہ کی دلیل اور امام فرمایا ہے جبکہ مولانا عبدالرحمٰن جامی نے بارہ آئمہ میں سے پانچویں امام تحریر کیا ہے پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ یہ اہل تشیع کا عقیدہ ہے وہ رسول اللہ ﷺ کے بعد خلافت نہیں بلکہ امامت مانتے ہیں جن میں پہلے امام حیدر کرار رضی اللہ عنہ اور پانچویں امام حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ ہیں۔

حضرت صدر الشریعہ رحمہ اللہ نے فرمایا: اہل بیت نبوت رضی اللہ عنہم مقتدایان اہل سنت ہیں۔ (انوار: ۳۳)

انوار نے اکابرین اہل سنت کے جو حوالہ جات نقل کئے ہیں ان میں امام طریقت و شریعت اور مقتدایان اہل سنت کے الفاظ تحریر فرمائے گئے ہیں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمہ اللہ نے تو صاف فرما دیا ہے اگر امامت بمعنی خلافت عامہ مراد ہے تو وہ ان میں صرف امیر المؤمنین مولا علی و سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہما کو ملی اور کسی کو نہیں۔ (انوار: ۳۶)

اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے ان دو شخصیات کے علاوہ بقیہ تمام آئمہ اہل بیت کو امامت کے عنوان و مصداق میں خلیفہ ماننے سے انکار کر دیا ہے، اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کا یہ حکم اور فیصلہ ہمارے خلاف کس طرح ہے؟ اور کس معنی میں دلیل معارض اور ثبوت مخالف ہے؟

امام اہل سنت رحمہ اللہ کا یہ توضیحی اور تفصیلی فیصلہ ہے کہ اہل سنت و جماعت کے ہاں امامت پیشوائی کے معنی میں ہے، خلافت کے معنی میں نہیں اہل سنت و جماعت رسول اللہ ﷺ کے بعد خلافت مانتے ہیں، امامت نہیں، اہل سنت و جماعت کے مذہب میں خلیفہ اول جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں،، مندرجہ بالا تحقیق اور تشریح کی روشنی میں انوار کے جملہ مندرجات غیر متعلقہ ہیں،، معلوم ہوتا ہے بانیان تحقیق نے الزام کی صورت میں جو کچھ لکھا ہے وہ بغض صدیق

اکبر رضی اللہ عنہ کے اظلام واغمام میں بیٹھ کر لکھا ہے جو پرکاہ کی حیثیت نہیں رکھتا۔
ان بانیان تحقیق کی ذمہ داری ہے کہ وہ وضاحت جاری کریں، کہ وہ عنوان امامت میں اہل تشیع کے فرقہ امامیہ کے ساتھ ہیں یا اہل سنت وجماعت کے ساتھ؟

قاضی ابوبکر باقلانی

قاضی ابوبکر باقلانی کی تصنیف مناقب آئمہؒ اربعہ کے مواد سے زبدۃ التحقیق نے کافی استفادہ کیا ہے جس کا مفاد، خلاصہ اور مآل یہ ہے کہ افضلیت کے باب میں توقف زیادہ صحیح ہے کسی صحابی رسول ﷺ کو کسی سے افضل نہ کہو،،

۲: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت ظنی ہے قطعی نہیں،،

۳: رسول اللہ ﷺ کے بلافصل باطنی امام (خلیفہ) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں۔

عمدۃ التحقیق میں تجزیاتی نقطۂ نظر سے ملا علی قاری رحمہ اللہ کی تحقیق انیق کے مطابق بحوالہ کتاب یہ واضح کیا گیا تھا کہ ابوبکر باقلانی معتزلی ہے لیکن بانیان تحقیق نے جوش جواب، جذبۂ تردید اور رجحان حمایت باقلانی سے مسلح ہوکر یہ لکھ دیا کہ: باقلانی بہرحال شیعہ نہ تھے، (ص:۶۱)

یہ جواب اور یہ تحقیق سوال جو اور جواب گندم کا منظر پیش کرتی ہے، واضح ہو کہ ہم نے شیعہ لکھا نہ کہا ہم نے باقلانی کا معتزلی ہونا شرح فقہ اکبر سے نقل کیا ہے نقل کو ہمارے سر تھوپ دینا جہالت اور حماقت نہیں تو اور کیا ہے؟

ملا علی قاری رحمہ اللہ نے نقل فرمایا: ان الکافر فمنعم علیه فی الدنیا علی رای القاضی ابی بکر باقلانی من اکابر المعتزلة حیث خوله قوی ظاهرة وباطنة وجعل له اموالا ممتدة ''شرح فقہ اکبر: ص:۱۵۱، مطبع سعیدی کراچی) مگر حیرت ہے کہ انوار تحقیق نے باقلانی کا شیعہ ہونا ہمارے کھاتے میں ڈال دیا'' (۶۱)

اعلاماً کہا جائے گا کہ یہ غلط ہے کیونکہ جمہور محدثین کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کے بعد خلافت ہے امامت نہیں، اور رسول اللہ ﷺ کے بعد افضل البشر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

امام بخاری نے افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر مستقل باب، "فضل ابی بکر بعد النبی ﷺ قائم فرمایا ہے،، اور شارحین نے فرمایا ہے کہ یہاں بعدیت زمانیہ رتبیہ ہے، جس کا مفاد یہ ہے کہ "الافضل بعد الانبیاء ابوبکرؓ" اور اس پر اجماع ہے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ افضل الامت ہیں اور یہ افضلیت قطعی ہے کیونکہ افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر صحابہ اور تابعین کا اجماع ہے جیسا کہ شارح بخاری امام قسطلانی رحمہ اللہ نے فرمایا: "وحکی الشافعی وغیرہ اجماع الصحابۃ والتابعین علی ذالک" (بخاری: ص:۵۱۶)

افضلیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اور اسکی قطعیت پر مزید حوالہ جات آرہے ہیں لیکن اس سے قبل ابوبکر باقلانی کا اس بارے عقیدہ بیان کرنا ضروری ہے کہ اعتقادی طور پر اس کی ترجیح اور معمول کیا ہے؟

امام مسلم رضی اللہ عنہ نے اپنی صحیح میں باب فضائل ابی بکر صدیق قائم کیا جس کے تحت امام نووی نے فرمایا: "ومن قال بانہ اجتہادی ظنی ابوبکر بن الباقلانی" یعنی سب سے پہلے جس نے افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اجتہادی اور ظنی کہا وہ ابوبکر باقلانی ہے،، صحابہ اور تابعین کا اجماع مفید قطعیت ہے جب ابوبکر صدیق کی افضلیت صحابہ اور تابعین کے اجماع سے ثابت ہے تو یہ افضلیت قطعی ہے جیسا کہ جمہور اہل سنت کا مذہب ہے، امام اہل سنت ابوالحسن اشعری نے بھی یہی فرمایا ہے جیسا کہ امام نووی نے فرمایا: "ومن قال بالقطع ابو الحسن الاشعری" (مسلم شریف: ص:۲۷۲)

قابل غور امر یہ ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے افضلیت ابوبکر صدیق پر صحابہ اور تابعین کا اجماع

،اور اس کا قطعی ہونا تحریر کیا ہے، مگر باقلانی اجتہادی اور ظنی کہتے ہیں، یہ صریحاً اجماع کا انکار ہے اور امام اہل سنت کی مخالفت ہے باقلانی نے افضلیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں وارد آیات، احادیث اور اجماع کو پس پشت ڈال کر افضلیت کو منصوص علیہا نہیں بلکہ فقہی اور اجتہادی مسئلہ قرار دیا ہے اس بارے میں امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمہ اللہ کا حکم اور فتوی ملاحظہ فرمائیے اور فیصلہ کیجئے کہ باقلانی امام اہل سنت کس طرح ہو سکتے ہیں؟ امام نے فرمایا: جب اجماع قطعی ہوا تو اس کے مفاد یعنی تفضیل شیخین کی قطعیت میں کیا کلام رہا؟ (مطلع القمرین: ص:٦٧) پھر فرمایا: اے عزیز! تمام ایمانیات پر یقین لانے سے آدمی مسلمان ہوتا ہے اور ایک کا انکار کافر اور مرتد کر دیتا ہے اسی طرح سنی وہ جو تمام عقائد اہل سنت میں ان کے موافق ہو اگر ایک میں بھی خلاف کرتا ہے تو ہرگز سنی نہیں بدعتی ہے۔ (مطلع القمرین: ٦٥)

مزید فرمایا: حاصل یہ کہ تفضیل صدیق قرآن وحدیث واجماع امت سے ثابت جو اس سے انکار کرے قریب ہے کہ اس کے ایمان میں خطر ہو (ایضاً)

ہر سہ عبارات کو ترتیب دینے سے واضح ہوا کہ امام اہل سنت کا عقیدہ اور ایمان یہی ہے کہ تفضیل ابوبکر صدیق قرآن، حدیث اور اجماع امت سے ثابت ہے اور قطعیت کے حکم اور درجہ میں ہے ،باقلانی قطعیہ کا منکر اور اجماع کا منکر ہو کر سنی کیسے ہو سکتا ہے؟

بقول اعلیٰ حضرت ''جو ایک کا بھی منکر ہو وہ سنی نہیں بلکہ بدعتی ہے، بقول اعلیٰ حضرت جو بدعتی ہے وہ امام اہل سنت کیوں اور کیسے؟ یہ ہے رضا کے نیزے کی مار،

مزید فرمایا: عجب اس سے جو اجماع صحابہ وتابعین وکافۃ اہل سنت کا خلاف کرے پھر آپ کو سنی جانے، (ایضاً) یہ رضا کے نیز کی دوسری مار ہے،

امام اہل سنت رحمہ اللہ نے شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی کا عقیدہ نقل فرمایا: سیدی شیخ محقق علامہ عبدالحق محدث دہلوی قدس اللہ سرہ الشریف تکمیل الایمان میں فرماتے ہیں: جمہور آئمہ

دریں باب اجماع نقل کنند' (ایضاً)

ثابت ہوا جمہور اہل ست کے نزدیک تفضیل ابوبکر صدیق اجماع سے ثابت ہے اور قطعی ہے اجماع اور افضلیت قطعیہ کا منکر امام اہل سنت؟ اس طرح تو جمہور اہل سنت کو بیک جنبش قلم ،واقعاتی اور نفس الامری عظمتوں سے محروم، علمی اور تحقیقی رفعتوں سے نیچے اتار پھینکنے کے مترادف ہے''نعوذ بالله من ذالِك''

افضل البشر بعد از انبیاء کرام ابوبکر صدیق ہیں

اہل سنت و جماعت کا متفقہ عقیدہ ہے رسول اللہ ﷺ کی رحلت کے بعد بلکہ بقیہ تمام انبیاء کے بعد افضل البشر جناب صدیق اکبر ہیں،،

اور اس افضلیت کا مبنی اجماع صحابہ ہے جو موجب حکم قطعی ہے،، جیسا کہ امام نووی نے فرمایا :''واتفق اهل السنة علی ان افضلهم ابوبکر ،ثم عمر ،قال جمهور هم ثم عثمان ،ثم علی '' (مسلم شریف: ص:۲، ۲۷، شرح)

معلوم ہوا اہل سنت کے نزدیک افضلیت ترتیب خلافت پر ہے ،آئمہ اربعہ رضوان اللہ علیہم کا مذہب بھی یہی ہے تفصیل عمدۃ التحقیق میں موجود اور مذکور ہے اور جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت ابوبکر صدیق پر تفضیل دے وہ ہرگز سنی نہیں بلکہ بدعتی ہے چنانچہ امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمہ اللہ نے فرمایا: اسی لئے علماء دین تفضیلیہ کو سنیوں میں شمار نہیں کرتے اور انہیں اہل بدعت کی شاخ جانتے ہیں (مطلع القمرین:ص:٦٥) یہ ہے رضا کے نیزے کی تیسری مار

ثابت ہوا تمام اہل سنت ابوبکر صدیق کے افضل البشر بعد از انبیاء ہونے پر متفق ہیں جو اختلاف کرتا ہے اور جناب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو جناب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تفضیل دیتا ہے بدعتی ہے،،

افضلیت قطعی ہے

کافہ اہل سنت کا اتفاق اجماع صحابہ کی وجہ سے ہے امام اہل سنت امام نووی نے فرمایا:

"بل اجتمعت الصحابة عقد الخلافة له و تقديمه لفضيلته" (مسلم شریف ص:۲۷۳، شرح)

یہی عقیدہ صحابہ، تابعین کے قرون خیر سے اہل سنت و جماعت میں قرن بعد قرن موجود اور انتقال پذیر رہا، اہل سنت کے تمام علماء اور آئمہ اس پر قائم اور عمل پیرا رہے کسی فرد اہل سنت نے، انکار کیا نہ انحراف،، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور سید السادات، فاتح مرزائیت، جامع علوم ظاہریہ اور باطنیہ حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمہما اللہ نے سورۂ حدید کی آیہ:۱۰،"لا يستوي منكم من انفق الاية" (تصفیہ مابین سنی وشیعہ، ص،۲۳) سے، اور امام اہل سنت ابوموسیٰ اشعری رحمہ اللہ نے"" ستدعون الى قوم اولى باس شديد تقاتلونهم اويسلمون" سے حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کی خلافت اور افضلیت قطعیہ پر استدلال فرمایا ہے۔ (مقالات اسلامیین)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ نے فرمایا:"هو ابو بكر ،ثم عمر ،ثم عثمان ،ثم على بالنص و الاجماع ،و الافضلية كذالك بهما "(میزان العقائد) خلیفہ اول ابوبکر ہیں پھر عمر، پھر عثمان، پھر علی ہیں رضوان اللہ علیہم، ان کی خلافت نص قطعی اور اجماع سے منعقد ہوئی ہے اور خلفائے اربعہ کی افضلیت ترتیب خلافت کے مطابق، نص اور اجماع امت کی وجہ سے قطعی ہے،، حضرت سید السادات، فاتح قادیانیت مجدد گولڑوی رحمہ اللہ نے فرمایا: پس نہ صرف شیخین رضی اللہ عنہما کی خلافت نص قرآنی سے ثابت ہوگئی بلکہ خلافت خلفائے اربعہ علیہم الرضوان بھی نص قرآنی سے ثابت ہے،، (تصفیہ مابین سنی وشیعہ، ص،۱۲)

مندرجہ ان آیات بینات کو یکجا کرنے سے ثابت ہوا کہ افضلیت صدیق بھی نص قرآنی اور اجماع صحابہ سے ثابت ہے۔ جمہور اہل سنت کا یہی عقیدہ ہے جو ہر دور میں بالاتفاق معمول بہا رہا، ملاحظہ ہو،،

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمہ اللہ نے فرمایا: شیعہ شنیعہ وبعض دیگر اہل بدعت نے خرق اجماع کیا، شق عصائے مسلمین کا ذمہ لیا مگر یہ فرقہ حقہ وطائفہ ناجیہ کہ اہل سنت وجماعت جن سے عبارت قرناً فقرناً وطبقہ فطبقہ اس مسئلہ پر متفق اللفظ رہا،، آگے فرمایا: یہاں سے ظاہر کہ زمانہ صحابہ وتابعین میں تفضیل شیخین پر اجماع تھا،، (مطلع القمرین، ص:۶۳)

کیا یہ رضا کے تیزے کی چوتھی مار نہیں؟ کہ تفضیل شیخین صحابہ اور تابعین کے اجماع سے ثابت ہے، جس میں ایک لفظ کی ترمیم اور تحذیف کئے بغیر جمہور اہل سنت ہر دور، اور ہر زمانہ میں کاربند رہے، کیا امام اہل سنت رحمہ اللہ نے یہ نہیں فرمایا کہ شیعہ اجماع کے منکر ہیں؟ امام اہل سنت رحمہ اللہ نے فرمایا تفضیل شیخین کا مسئلہ دور صحابہ اور تابعین سے لے کر آج تک اہل سنت میں مجمع علیہا اور اتفاقی چلا آرہا ہے، لیکن بانیان تحقیق نے اختلافی قرار دیا ہے ملاحظہ ہو، جیسا کہ پہلے یہ بات گزر چکی ہے کہ مسئلہ تفضیل میں ہمیشہ اختلاف رہا ہے آئندہ اوراق میں ہم مزید حوالہ جات سے اس موقف کو ثابت کرنے والے ہیں،، (انوار تحقیق، ص:۱۰۹)

مسئلہ افضلیت اتفاقی ہے اختلافی نہیں

اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ نے فرمایا: اہل سنت وجماعت نے ہر دور اور ہر زمانے میں صحابہ اور تابعین کی تفضیل فرمودہ، تفضیل کو من وعن معمول بنایا اہل سنت کے کسی فرد نے صحابہ وتابعین کی متعین تفضیل کو اختلاف وتردد کی نظر سے نہیں دیکھا اگر اختلاف کیا یا تشکک کا نظریہ قائم کیا تو وہ شیعہ مذہب کے لوگ تھے،، اگر بانیان تحقیق کا عقیدہ وہی ہے جو انوار کے، ص:۱۰۵، پر تحریر شدہ ہے کہ ہم بھی اس مسئلہ میں جمہور کے ساتھ کھڑے ہیں، تو ص:۱۰۹، پر اختلاف پر مبنی اعتقادی تحریر کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ تضادات پر مبنی دو تحریریں کس امر کی غماز ہیں؟ ان میں سے کون سی تحریر آپ کے عقیدے کی ترجمان اور تفسیر ہے؟ اگر آپ جمہور کے ساتھ کھڑے ہیں، تو پھر اختلاف کیوں؟ اور پھر استفہام انکاری کی شکل میں، کیا مسئلہ افضلیت اتفاقی ہے؟ کی سرخی جمانے کی

مجبوری کیا تھی؟اور مزید اختلافی حوالہ جات پیش کرنے کی پیش کش کیوں کی گئی؟ کیا اس اختلاف کا مبنی باقلانی کا وضع کردہ اختلاف نہیں؟ کیا اس اختلاف نے ابن عبدالبر کے اختلاف کی کوکھ سے جنم نہیں لیا؟"فافھم وتفکر"

انواریوں کا عقیدہ جمہور والا نہیں

بانیان تحقیق نے صحابہ، اور تابعین کے ادوار میں مسئلہ تفضیل کے اتفاقی ہونے کو جھوٹ قرار دیا ہے نعوذ باللہ من ذالک اور کتاب کے،،ص:۱۱۵، پر عمدۃ التحقیق، جلد اول :ص:۴۱، کا حوالہ یہ لکھا کہ یہ موصوف کا اتنا بڑا جھوٹ ہے کہ خدا کی پناہ"

بانیان تحقیق نے متعدد بار یہ اعلان کیا ہے کہ ہمارا عقیدہ بھی جمہور والا ہے،، جیسا کہ:ص:۱۰۹، اور،۲۰۸، پر واضح ہے اگر جمہور کے ساتھ ہو تو پھر اختلاف کہاں سے آیا؟، اور پھر اختلاف کے ثبوت پر ابن عبدالبر کی کتاب الاستیعاب سے استشہاد کیوں؟

جمہوری ہو تو افضلیت قطعیہ تسلیم کرو، کیونکہ جمہور کے عقیدہ کی بنیاد اجماع صحابہ اور تابعین ہے جو مفید قطعیت ہے اور افضلیت پر جب اجماع صحابہ اور تابعین کی مہر تصدیق وتوثیق ثبت ہے تو مسئلہ اختلافی کیسے ہوا؟

اس عنوان میں اکابرین اہل سنت کی تصریحات پہلے نقل ہو چکی ہیں،، مختصراً یہ کہ جمہور کے نزدیک مسئلہ تفضیل اختلافی نہیں، بلکہ اتفاقی اور اجماعی ہے اس مسئلہ کو اختلافی قرار دینا دنیائے انسانیت کا سب سے بڑا جھوٹ ہے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمہ اللہ کا فرمان افضلیت اتفاقیہ اجماعیہ پر مطلع القمرین:۶۳، سے پہلے نقل ہو چکا ہے مزید برکتہ المصطفیٰ ﷺ (فی الہند محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ کا فرمان نقل کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں فرمایا: بیہقی در کتاب الاعتقاد میگوید کہ ابو ثور از شافعی روایت میکند کہ ہیچ یکے از صحابہ وتابعین در تفضیل ابوبکر وعمر وتقدیم ایشاں اختلافے نکردہ" (تکمیل الایمان) امام بیہقی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "اعتقاد" میں فرمایا

ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ ابوثور کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام اور تابعین عظام میں سے کسی ایک نے بھی شیخین رضی اللہ عنہما کی افضلیت اور اولویت میں اختلاف نہیں کیا،، اختلاف کی کہانی باقلانی کریں۔ یا ابن عبدالبر کریں یا بانیان تحقیق لکھیں پڑھیں یا اس پر ثبوت پیش کریں سب سے بڑا اور سفید جھوٹ نہیں؟ بلکہ یہ تو حق، سچ، دیانت، اور امانت کا قتل صریح نہیں؟ ''فافهم و تفكر'' نہ بڑھا، پاکی داماں کی اتنی حکایت دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قباء تو دیکھ

تعجب ہے دعوی ہے جمہوری ہونے کا مگر تقلید باقلانی اور ابن عبدالبر کی، کی جارہی ہے۔

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں لو صیاد خود اپنے دام میں آ گیا

حضرت شیخ محقق رحمہ اللہ نے فرمایا: وبالجملہ قرار داد مشائخ اہل سنت بر آں است کہ در تقدیم ابوبکر ،وعمر برسائر صحابہ، دررعایت ترتیب میان ایشاں اختلافے نیست،، (تکمیل الایمان) پوری بحث کا خلاصہ یہ ہے مشائخ اہل سنت کا اس امر پر اتفاق ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ تمام صحابہ سے افضل ہیں،، اور خلفاء اربعہ کے درمیان جو ترتیب افضلیت ہے اس میں بھی کسی کا کوئی اختلاف نہیں،، اعلیٰ حضرت اور شیخ محقق رحمہما اللہ شیخین کی افضلیت میں اختلاف کی نفی ثابت کر کے قطعیت ثابت کر رہے ہیں مگر بانیان تحقیق ہر دور میں اختلاف ثابت کر رہے ہیں یاللعجب''

خلافت باطنیہ باقلانی کی ایجاد ہے

مزید برآنکہ خلافت ظاہریہ اور خلافت باطنیہ کی طرح بھی باقلانی نے ڈالی اور یہ اختراع بھی اسی کی تراشیدہ ہے کہ آیا خلافت ظاہریہ افضل ہے؟ یا باطنیہ؟ امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''وذكر ابن الباقلانی اختلف العلماء فی ان التفضيل هل هو فی الظاهر ام فی الظاهر ولاباطن جميعاً'' (شرح مسلم، ص:۲۷۲) اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ ابوبکر صدیق علی الاطلاق (ظاہراً باطناً) سب صحابہ کرام سے افضل ہیں، امام اہل سنت مولانا الشاہ احمد رضا خاں

بریلوی نے فرمایا: فاروق اعظم وغیرہ صحابہ کرام نے ان کی (ابوبکر صدیق) افضلیت مطلقہ ظاہر کہ ان بیعت کرنے والوں میں وہ صحابہ بھی شامل تھے جن سے ابن عبد البر نے یہ روایت شاذہ نقل کی۔ (مطلع القمرین: ص: ۳۰۷) یہ رضا کے نیزے کی پانچویں مار ہے

، کیونکہ امام اہل سنت نے ابوبکر صدیق کیلئے بحوالہء اجماع (بدلائل عمر فاروق ودیگر صحابہ) افضلیت مطلقہ قطعیہ کو ثابت کیا اور پھر نقل بھی کیا ہے اور ساتھ ہی ابن عبد البر کا کردار متعارف کروایا کہ اس نے شاذ حدیث کا سہارا لیکر اجماع کا انکار کیا ہے اور بانیان تحقیق اس شاذ حدیث کو بنیاد بنا کر بغلیں بجاتے ہیں، کہ افضلیت ابوبکر صدیق پر اجماع ہوا ہی نہیں نہ نصاً نہ سکوتاً ،آگے آرہا ہے کہ نقض اجماع کی بنیاد ابن عبد البر نے رکھی تھی،، اب ہم باقلانی پر اپنی گفتگو کو سمیٹتے ہوئے اختتام اس بات پر کررہے ہیں کہ انوار نے لکھا کہ: آنکھیں بند کر کے لڑکھراتی زبان وقلم کے ساتھ انہیں شیعہ کہہ دیا ہے،

بانیان تحقیق کی بصیرت علمی اور بصارت نظری

اعلاناً کہا جاتا ہے کہ آنکھیں تو بانیان تحقیق کی بند ہیں، عمدۃ التحقیق کے موقف کی حقانیت، دلائل وشواہد کی راسخیت، اور ثقاہت نے ان کے ہوش وحواس سلب کر لئے ہین پورے جسم پر لرزہ طاری کردیا کہ اتنا بھی یاد نہ رہا کہ عمدۃ التحقیق میں باقلانی کو شیعہ ثابت کیا گیا ہے یا معتزلی؟

بانیان تحقیق نے باقلانی وغیرہ کے متعلق فتوی حاصل کیا، فتوی کا اختتام اس جملہ پر ہورہا ہے کہ یہ چاروں حضرات نہ صرف سنی ہیں بلکہ سنیوں کے امام ہیں آیئے دیکھیں یہ سنی یا امام اہل سنت ہیں؟ باقلانی افضلیت، اجتہادی ظنی مانتے ہیں جمہور آئمہ اہل سنت قطعی اجماعی کے قائل ہیں، اعلی حضرت فاضل بریلوی رحمہ اللہ کا فتوی ہے کہ کوئی شخص عقائد اہل سنت میں کسی ایک کے بھی خلاف کرتا ہے ہرزگ سنی نہیں بدعتی ہے۔ (مطلع القمرین: ص: ۶۵)

باقلانی نے دو بنیادی اور اہم اعتقادی امور میں جمہور اہل سنت کی مخالفت کی ہے، (۱) افضلیت

قطعی نہیں ظنی ہے یہ اجماع کا انکار ہے اس پر مواد بحوالہ اوپر نقل ہو چکا ہے (۲) اجتہادی کہا، یعنی مسئلہ افضلیت کے ثبوت پر کوئی واضح دلیل شرعی نہیں بلکہ اس کا ثبوت اجتہاد سے ہوا اگر اجتہادی ہے تو کن آئمہ کی اجتہادی کاوش ہے؟ اعلیٰ حضرت تو افضلیت پر قرآن، حدیث اور اجماع کو شواہد کے طور پر نقل فرما رہے ہیں، ملاحظہ ہو، مطلع القمرین :ص: ۶۵) ان دو بنیادی اور عظیم اعتقادی باتوں کے انکار کے باوجود صرف سنی نہیں بلکہ امام اہل سنت ہے؟

بانیان تحقیق نے ابو بکر الباقلانی کے سنی بلکہ امام اہل سنت ہونے پر فتاوی رضویہ جلد، ۱۴، ص، ۲۰۸ ، سے استشہاد کیا ہے کیا اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کی ان عبارات پر بھی غور ہوا؟ فرمایا معاذ اللہ اگر تمام محققین اہل سنت درکنار صرف امام سنت باقلانی کا خلاف ہوتا تو خارجیوں، معتزلیوں کو مخالف بتایا جاتا،، (فتاوی رضویہ، جلد، ۱۴، ص، ۲۰۸)

اگر فتاوی کی گواہی پر باقلانی سنی بلکہ اہل سنت کے امام ہیں تو مطلع القمرین، ص، ۶۵، پر لکھا گیا حکم جو جمہور اہل سنت کے موقف اور دلائل کا نتیجہ، اثر اور ثمر ہے کس کھاتے میں جائے گا، فافہم'' اور اگر ہر دو عبارات کو اذا تعارضا تساقطا کے کلیہ میں لا کر نا قابل عمل واعتقاد قرار دیں تو پھر بھی باقلانی سنی نہیں کیونکہ وہ جمہور کا مخالف ہے؟ امام ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ کے عقیدہ کے خلاف نظریہ رکھتا ہے ،، تفکر''

ابن عبدالبر اندلسی

ابن عبدالبر اندلسی، ۳۶۸ھ میں پیدا ہوا، اور ۴۶۳ھ میں وفات پائی، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمہ اللہ نے مجمع بحار الانوار کے حوالے سے نقل فرمایا: ''اذ التفضیل مجمع علیه قبل ابن عبد البر ''یعنی تفضیل پر ابن عبدالبر سے پہلے اجماع تھا۔ (مطلع القمرین: ۶۸)

امام موصوف نے تحریر فرمایا: اے میرے پروردگار اب صبر کی مجال کہاں ایک غل پڑ گیا کہ حضرت

بھلا اجماع کیسا؟ یہ مسئلہ خود صدر اول میں مختلف فیہ رہا ہے اب ہمیں اختیار چاہے مانیں چاہے نہ مانیں، ص:۶۹، گویا یہ نظریہ اختلاف تسلیم کرنے والوں کا ہے جیسا کہ آنوار نے ص:۱۰۹، پر وضاحت سے تحریر کیا ہے؟ اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ نے ''انتباہ'' کے عنوان میں انا للہ وانا الیہ راجعون تحریر فرمایا، جو اس بات کا بین ثبوت ہے کہ افضلیت کا صدر اول میں مختلف فیہ ہونا انہونی، غیر واقعاتی اور خلاف فطرت بات ہے،، جمہور اہل سنت کے عقیدہ کے خلاف یہ مفروضہ بے بنیاد اور لغو ہے ورنہ امام اہل سنت انا للہ وانا الیہ رجعون کیوں پڑھتے؟ اور کیوں تحریر فرماتے؟ یہ رضا کے نیزے کی چھٹی مار ہے،

امام رحمہ اللہ نے مجمع بحار الانوار کا حوالہ نقل فرمایا سب سے پہلے اجماع کا انکار کرنے والا ابن عبد البر ہے آگے فرمایا ابوعمر بن عبد البر سے پہلے ہزار ہا آئمہ دین، علمائے محدثین گزرے ....الخ، ان کی بانٹی ہوئی دولت بقدر حصہ ابن عبد البر کو............روایت درحقیقت صحیح اور معتبر ہوتی تو سخت تعجب کہ وہ اکابرین دین اس سے محض غافل جائیں، اور برابر بے ذکر خلاف اجماع صحابہ وتابعین کی تصرتحسین فرمائیں اور ساڑھے تین سو برس کے بعد عبد البر اس پر آگا؛ فرمائیں، (مطلع القمرین :ص:۶۹)

یعنی ابن عبد البر سے پہلے ہزار ہا علمائے دین اور محدثین گزرے ہیں جو افضلیت ابوبکر کے قطعی اور اجماعی ہونے کی تصریح فرماتے رہے ابن عبد البر کو ساڑھے تین سو سال کے بعد معلوم ہوا کہ افضلیت ابوبکر صدیق صدر اول میں مختلف فیہ تھی، حالانکہ ابن عبد البر متقدمین علماء دین اور محدثین کا خوشہ چین ہے کیا یہ تحقیق نیزہ رضا کی ساتویں مار نہیں؟

امام اہل سنت رحمہ اللہ نے فرمایا: تفضیل پر ابن عبد البر سے پہلے اجماع تھا اور جو یہ بعض کوئی سنی ٹھہرایا جائے تو اسے بدعتی کہنے کی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ مخالف جمہور کا خصوصاً جب کہ مخالف نہایت کم ہو بدعتی ٹھہرتا ہے۔ (مطلع القمرین :ص:۶۸)

یعنی اجماع کا پہلا منکر فقط ابن عبد البر ہے جو تنہا جمہور کا مخالف ہے اور اگر فرد واحد جمہور کی مخالفت کرے تو وہ بدعتی ہے امام اہل سنت کا یہ حکم، یہ فتوی واضح ہے اور یہ امر بھی بدیہی ہے کہ رضا کے نیزے کی آٹھویں مار کا نشانہ کون ہے؟

اور کیا یہ بتایا اور ثابت کیا جاسکتا ہے کہ اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کے نزدیک بدعتی سنی یا امام اہل سنت ہوسکتا ہے؟

عبدالکریم شہرستانی، تحقیق کے آئینے میں

عمدۃ التحقیق کے آخر، زبدۃ التحقیق کے مصادر کا حوالہ اور ان کے مولفین کی اعتقادی نوعیت کو میزان الکتب مولفہ علامہ محمد علی لاہوری رحمہ اللہ سے واضح کیا گیا تھا ان میں ایک نام عبدالکریم شہرستانی کا بھی ہے، جن کی کتاب الملل والنحل ہے زبدۃ التحقیق نے جی بھر اس کے مندرجات سے مواد کی تشنگی کو دور کیا ہے جس کے تحت ان کے نظریاتی خدوخال کو اجاگر کرنا ناگزیر تھا، لیکن بانیان تحقیق برا مان گئے اور یہ لکھ دیا کہ یہ اہل سنت کے امام ہیں اس لئے تحقیقی تجزیہ کو ضروری سمجھا گیا ہے بقول انوار تحقیق یہ چھٹی صدی کے آدمی ہیں اور بلاشبہ کتاب الملل والنحل شہرستانی کی تصنیف ہے شہرستانی کے بارے میں علمائے محققین کے اقوال:

حموی نے معجم البلدان میں لکھا: "ولو لا تخبط فی الاعتقاد و میله الی هذاالالحاد لکان هو الامام و کثیر ما کنا نتعجب من وفور فضله و کمال عقله کیف مال الی الشئی لا اصل له و اختار امرًا لا دلیل علیه لا معقولا و لا منقولا و نعوذ بالله من الخذلان والحرمان من نور الایمان ولیس ذالك الا لا عراضه عن نور الشریعة واشتغاله بظلمات الفلسفة، وقد کان بیبنا محاورات

ومفاوضات فکان یبالغ فی نصرة مذاهب الفلاسفة ، والذب عنهم وقد حضرت

حضرت عدة مجالس من وعظه فلم یکن فیها قال الله ولا قال رسول الله ،ولا جواب من المسائل "(الکنی والالقاب جلد دوم،ص:۳۷۴،حالات شہرستانی مطبوعہ تہران)

ترجمہ: اگر یہ شخص اعتقادیات میں خبطی نہ ہوتا اور بے دینی کی طرف اس کا میلان نہ ہوتا تو امام وقت ہوتا ہمیں بہت مرتبہ تعجب ہوتا رہا کہ اس قدر صاحب عقل وفضل شخص کس طرح بے اصل باتوں اور بے دلیل امور کی طرف مائل ہوگیا، جن پر کوئی عقلی اور نقلی دلیل موجود نہیں، ہم اللہ تعالیٰ سے اس ذلت اور محرومی سے پناہ مانگتے ہیں جو نور ایمان کے سلب ہو جانے سے ہوتی ہے شہرستانی کا یہ سب کچھ ایسا اس لئے ہوا کہ اس نے نور شریعت سے منہ موڑ لیا تھا، اور فلسفیانہ ظلمتوں میں مشغول اور مصروف ہو چکا تھا شہرستانی ہم سے محاورات اور مفاوضات بیان کیا کرتا تھا اور فلاسفہ کے نظریات اور مذاہب کی مدد کے لئے بہت آگے بڑھ جایا کرتا تھا اور ان پر وارد اعتراضات کے جواب دیتے ہوئے بہت دور نکل جاتا تھا، میں اسکی متعدد مجالس وعظ میں شریک ہوا کسی مجلس میں اس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی کوئی بات نہ کی، اور نہ ہی کسی شرعی مسئلہ کا جواب دینا گوارا کیا،،

الذریعہ الی تصانیف الشیعہ میں ہے:"الملل والنحل محمد بن عبد الکریم شهرستانی وترجمته الفارسية ،،تنقیح الادلة والعلل المشهورتان" (جلد،۲۲،ص:۲۲،مطبوعہ بیروت) محمد بن عبدالکریم شہرستانی کی تصنیف الملل والنحل ہے اور اس کا فارسی ترجمہ تنقیح الادلہ والعلل شیعہ مذہب کی مشہور کتابیں ہیں،،

طبقات الشافعیہ میں ہے:"فی تاریخ شیخنا الذهبی ان ابن السمعانی ذکر انه کان متهما بالمیل الی اهل القلاع یعنی اسماعیلیة والدعوة الیهم والنصرة بطاعتهم وانه قال فی التجیر انه متهم بالالحاد والمیل الیهم غال فی التشیع" (جلد رابع ص:۷۹) شیخ ذہبی کی تاریخ میں مذکور ہے کہ ابن سمعانی نے شہرستانی کے متعلق تحریر کیا ہے کہ وہ

فرقہ اسماعیلیہ کی طرف مائل تھا، اوران کے نظریات کی دعوت دیا کرتا تھا اوران لوگوں کی مدد کرتا جو اسماعیلی ہوتے تھے، انہوں نے تجیر نامی کتاب میں کہا ہے کہ شہرستانی بے دینی کی وجہ سے بدنام تھا اور بے دینوں کی طرف اس کا میلان تھا شیعیت میں بہت غالی تھا،،

منہاج السنہ میں ہے:''وهو من المصنفين للرافضة المتهمين فى كثير من الصحابة وبالجملة فالشهر ستانى يظهر الميل الى الشيعة ،فان هذا الكتاب الملل والنحل صنفه لرئيس من رء وساهم وكانت له ولاية ديوانية وكان لشهرستانى مقصود فى استعطافه له ـ وكذالك صنف له كتاب المصارعة بينه وبين ابن سينا لميله الى التشيع والفلسفة واحسن احواله ان يكون من الشيعة ان لم يكن من الاسماعيلية اعنى المصنف له ولهذا تحامل فيه للشيعه تحاملا بينا''(منہاج السنۃ لابن تیمیہ، جز ثالث: ص ۲۰۷،۲۰۹)

ترجمہ: شہرستانی اور دوسرے مصنفین الملل والنحل میں جو نقل کرتے ہیں یہ ابوعیسیٰ وراق سے نقل کرتے ہیں جو شیعہ تھا ان لوگوں نے بہت سے صحابہ پر طعن کئے ہیں مختصر یہ کہ شہرستانی کا شیعیت کی طرف میلان تھا اس نے الملل والنحل کتاب ایک رئیس کے حکم پہ لکھی جو شیعہ تھا اور حکومت کا آدمی تھا شہرستانی کا مقصد یہ تھا کہ وہ اس رئیس کا دل موہ لے، کتاب المصارعہ بھی شہرستانی نے اس کے حکم پر لکھی جو شہرستانی اور ابن سینا کی باتوں کا امتزاج ہے کیونکہ اس رئیس کا شیعیت اور فلسفہ کی جانب میلان تھا، یہی وجہ ہے کہ شہرستانی نے شیعیت کی طرفداری میں بہت کچھ برداشت کیا ہے اس کے احوال کا احسن پہلو یہی ہے کہ وہ شیعہ تھا اگرچہ اسماعیلی نہ تھا۔

(كلها من ميزان الكتب للعلامه محمد على لاهورى رحمه الله)

مندرجہ کتب سے واضح اور ثابت ہوا کہ عبدالکریم الشہر ستانی بے دینی کی طرف مائل اور شیعہ تھا، الوار نے دائرہ معارف اسلامیہ کی تحقیق کے حوالے سے لکھا ابن خلکان کے نزدیک ان کا تعلق

اشعریہ سے تھا لیکن السمعانی کی رائے میں ان پر اسماعیلیوں کا اثر تھا، (ص:۶۴)

وہ اپنے مکالمات اور مباحث میں ہمیشہ حکماء کا ہی ذکر کرتے تھے، شریعت اور فقہ سے ان کی زیادہ دل چسپی نہ تھی حموی نے معجم البلدان میں یہی بات کہی ہے دائرۂ معارف اسلامیہ کی تحقیق مندرجہ بالا جس کی تائید اور توثیق کر رہی ہے، کیونکہ یہ تائید اس کے شاگرد السمعانی نے جاری کی ہے،،

اسی صفحہ پر ہے کتاب الملل والنحل فلسفیانہ مذہبی رجحانات اختلاف رائے والا معاملہ ہیں،، یہ تحقیق ثابت کرتی ہے کہ عبدالکریم الشہرستانی ایک فلسفی تھا دینی اور مذہبی لحاظ سے یہ قابل اتفاق اور لائق اعتماد نہیں بلکہ مختلف فیہ ہے کتاب الملل والنحل فلسفیانہ افکار وتخیلات کا شاہکار ہے،، نور شریعت سے انحراف کرنے والا مذہب اور فلسفہ کو بیک نظر دیکھنے والا محض فلسفیانہ ذہن کا مالک امام اہل سنت ہے؟ علامہ محمد علی لاہوری رحمہ اللہ نے جو تحریر فرمایا دائرہ معارف اسلامیہ کی تحقیق نے من وعن اسکی تائید اور توثیق کر دی ہے انوار کو اس تحقیق کو عبدالکریم الشہرستانی کے امام اہل سنت ہونے پر بطور استشہاد پیش کرنے اور حصہ کتاب بنانے سے کیا فائدہ ہوا؟ کیا یہ تائیدی کلمات دائرہ معارف اسلامیہ کے تحقیقی نیزے کی مار نہیں؟ ''فافہم''

تعجب اس مفتی پر ہے جس نے سوچے سمجھے بغیر فتوی دے دیا کہ دوسروں کی طرح عبدالکریم الشہرستانی بھی امام اہل سنت ہے،،

بانیان انوار نے عبدالکریم شہرستانی کے شیعہ ہونے اور لکھنے کا الزام عمدۃ التحقیق کے سر تھوپ دیا ،انصاف ودیانت کا قاتل قرار دیا اس کو جہل مرکب کہا جائے یا تجاہل عارفانہ، تحقیق کر لیتے تو یہ بے بنیاد الزام ان کے گلے نہ پڑتا، عمدۃ التحقیق کا کردار نقل کرنے کی حد تک ہے نقل کرنا جرم نہیں ورنہ یہ مقولہ کیوں مقبول اور مشہور ہوتا کہ: نقل کفر، کفر نہ باشد، اگر کہا اور لکھا ہے تو ثبوت اور وجود کی بناء پر لکھا ہے ''تفکر وتدبر''

نہ بڑھا اتنی پاکیٔ داماں کی حکایت   دامن کو ذرا دیکھ، ذرا بند قباء تو دیکھ

محقق عصر کا فتوی

مزید بانیان انوار نے عبد الکریم شہرستانی کے امام اہل سنت ہونے پر فتوی لیا اور یہ خیال نہ رکھا کہ مبحث عنہ ''افضلیت ہے'' جو قطعیت اور ظنیت کے عنوان میں اہل سنت و اہل تشیع کے درمیان مختلف فیہ ہے، ہر دو صورتوں میں دلیل شرعی کی ضرورت ہے کیونکہ مابین فریقین مسئلہ اعتقادی ہے عقیدہ کا ثبوت و وجود محتاج الی الفتوی نہیں بلکہ متقاضی نص و دلیل ہے فتوی دلیل نہیں حکم فقہی اجتہادی ظنی ہے اعتقادیات سے فتوی کا کیا تعلق؟ بایں ہمہ مفتی دنیائے علم میں اتنا سفید پوش ہے کہ اس کو اتنا پتہ نہیں کہ آیا اعتقادیات کا تعلق اصولیات سے ہے یا فروعات سے؟

ملاحظہ فرمایئے انوار کے محقق عصر کیا کہتے ہیں؟

مفتی سید زاہد حسین شاہ رضوی نے غایۃ التبجیل کے اردو ترجمے کے مقدمہ میں اختصار کے ساتھ نہایت خوبصورتی سے علمائے اعلام کی تحریرات کی روشنی میں مسئلہ افضلیت کی وضاحت فرمائی اور واضح کیا کہ کسی افضلیت پر اجماع ہوا ہی نہیں ہے، (۸۸)

اعلاما کہا جاتا ہے کہ یہ غلط ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر اجماع ہوا ہے ابو ثور کے حوالے سے امام بیہقی نے اپنی کتاب الاعتقاد میں لکھا ہے کہ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ نے افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر صحابہ اور تابعین کا اجماع نقل کیا ہے صحابہ اور تابعین میں سے کسی نے بھی اختلاف نہیں کیا، شیخ محقق شاہ عبد الحق محدث دہلوی نے تکمیل الایمان، اعلی حضرت امام احمد رضا خان بریلوی اور شارح بخاری امام قسطلانی، شاہ عبد العزیز محدث دہلوی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، شیخ مجدد سرکار گولڑوی، امام نووی، امام ابو الحسن اشعری رضی اللہ عنہم نے افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر اجماع ہونا بیان کیا ہے،، اور امام ابو منصور البغدادی نے فرمایا:'' اصحابنا مجمعون علی ان افضلھم الخلفاء الاربعة علی الترتیب المذکور '' ہمارے اصحاب اجماع کئے ہوئے کہ افضل صحابہ خلفائے اربعہ ہیں ترتیب مذکورہ پر

۔(بحوالہ مطلع القمرین:ص:۶۴)
انوار کے محقق عصر نے کہہ دیا ہے کہ کسی کی افضلیت پر اجماع ہوا ہی نہیں، اہل سنت کا اجماع ہے کہ انبیاءِ کرام کے بعد اور خلفاء اربعہ میں افضل البشر جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔
امام نووی رحمہ اللہ نے مسلم شریف کی شرح میں فرمایا:"اتفق اھل السنة علی ان افضلھم ابو بکر، ثم عمر، اہل سنت و جماعت کی کتابوں میں مذکور ہے اہل سنت کا کوئی دانا بینا شخص اس کا منکر نہیں، اگر کوئی انکار کرتا ہے تو وہ عقیدہ اہل سنت کا پیروکار ہے نہ وفادار،،
ثانیاً: محقق عصر نے تحریر کیا کہ جہاں جہاں اجماع کا لفظ ہے اس سے مراد اکثریت کا قول ہے، اعلاماً کہا جائے گا اجماع کی تعریف اور مصداق میں یہ کس محقق یا مفسر کی توضیح ہے؟ حوالہ نہیں لکھا "جبکہ اجماع کے حکم قطعیت میں حسامی نے فرمایا:"والصحیح عندنا ان اجماع علماء کل عصر من اھل العدالة والاجتھاد حجة ولا عبرة لقلة العلماء وکثرتھم" اہل سنت کے عادل اور مجتہد ہر دور کے علماء کا اجماع حجت ہے علماء کی قلت اور کثرت کا کوئی اعتبار نہیں، نہ معلوم انوار کے محقق عصر نے اکثریت کا قول اور قید کس طرح لگائی ہے؟ اور کہاں سے اخذ کی ہے؟
ثالثاً: یہ قید مذہب جمہور کے خلاف ہے"وذھب الجمھور الی انه لا یشترط ذالك بل الاجماع من علماء الامة حجة وان کانوا ثلثة لان انما حجة کرامة لھذه الامة نصا" (حاشیہ عبدالعزیز حسامی:ص:۱۲۱)
جمہور کا مذہب یہ ہے کہ ہر دور کے تمام علماء عادلین، اور مجتہدین کا اتفاق ضروری نہیں بلکہ مطلقاً علمائے امت کا اجماع حجت ہے خواہ وہ علماء تین ہی کیوں نہ ہوں، اجماع کا حجت ہونا تعداد علماء پر موقوف نہیں بلکہ امت محمدیہ علیہا التحیة والثناء کی کرامت کی وجہ سے ہے جو نص قطعی سے ثابت ہے،، اجماع کی حجیت، اقسام، اور متعلقہ امور کی تفصیلی فنی بحث عمدة التحقیق میں موجود ہے یہاں

اعادہ مناسب نہیں،،

رابعاً: اگر اکثریت کا ہی اعتبار کیا جائے تو بھی ضرر اور امر معارض نہیں کیونکہ دور صحابہ اور تابعین سے لے کر آج تک تمام اہل سنت کا اجماع ہے کہ ابو بکر صدیق ہی افضل البشر بعد الانبیاء ہیں ،،اور سنی مکتبہ فکر کی ہر چھوٹی، بڑی کتاب ایک دستاویزی شہادت ہے جو قابل جرح ہے نہ لائق تردید،،

اجماع اور نقل تواتر

انوار کے محقق عصر نے کہا: نیز اجماع قطعی وہ ہوتا ہے جو تواتر سے منقول ہو،، (۸۸)

اعلاماً کہا جاتا ہے کہ افضلیت ابو بکر صدیق پر منعقد ہونے والا اجماع قطعی ہے کیونکہ یہ دور صحابہ اور تابعین سے لے کر آج تک بتواتر منقول ہے علمائے اعلام رحمہم اللہ کی چند تصریحات اوپر نقل ہو چکی ہیں، یہاں امام اہل سنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمہ اللہ کا جواب اسی عنوان میں ذکر کیا جاتا ہے تا کہ رضا کے نیزے کی نویں وار پوری ہو جائے امام رحمہ اللہ نے فرمایا: مگر یہ فرقہ ء حقہ و طائفہ ناجیہ کہ اہل سنت و جماعت جن سے عبارت قرناً فقرناً وطبقۃ فطبقۃ اس مسئلہ پر متفق الفظر رہا،، (مطلع القمرین: ص: ۶۳)

یعنی اجماع اپنی حقیقت، ماہیت میں ہر دور مین جاری، ساری اور موجود رہا، ہر قسم کی ترمیم، اضافہ ،اور تحذیف وتغیر سے محفوظ رہا،، لہٰذا اس کی قطعیت کا حکم ہر دور، ہر زمانے میں غالب اور روشن رہا، وہو المراد'

اجماع صحابہ اور اجماع اہل سنت کے باہمی تعلق اور لزوم کے اعتبار سے امور ثلثہ کا تحقق واضح اور مبرہن ہے ان امور کا واقعاتی ظہور و تسلسل اہل علم پر پوشیدہ نہیں، جس کا اجمال یہ ہے کہ صحابہ و تابعین کا اجماع واقعاتی امر اور نفس الامری حقیقت ہے (۲) جس کا وجود خارجی مرور زمانہ کا لازم رہا، (۳) اس کے باوجود خارجی اور تحقق نفس الامری پر اہل سنت کا اتفاق بطور لازم بین

بالمعنی الاخص بطور دوام موجود رہا، تو ماننا پڑیگا کہ اجماع صحابہ وتابعین کے وجود حقیقی نفس الامری پر ہر دور کے آئمہ اہل سنت وجماعت کا اتفاق کرنا اجماع علی الاجماع ہے، یہاں دو اجماع ہوئے (۱) اجماع صحابہ وتابعین (۲) اجماع اہل سنت،، اجماع صحابہ ہوا افضلیت ابوبکر صدیق پر اس اجماع کی تائید وتوثیق ہوئی ہر دور کے اجماع اہل سنت سے، اجماع صحابہ کے وجود خارجی، اور حقیقت نفس الامری کے قیام پر، اجماع اہل سنت جو ہر دور میں قائم رہا دلیل بنا، یہ اجماع حجت ہے جب یہ اجماع حجت ہے تو جس اجماع (اجماع صحابہ وتابعین) کی یہ حجت ہوئی وہ اجماع بطریق اولیٰ حجت ہے اسی لئے علمائے اصول نے اجماع کو اہل الرائے کے طبقات کی بنیاد پر تقسیم کیا ہے،، جیسا کہ علامہ حسامی نے فرمایا: ”فالا قوی اجماع الصحابة نصا“ یعنی صحابہ کرام کا قولی اجماع سب سے اقوی ہے اس کے بعد وہ اجماع طاقتور ہے جس میں بعض صحابہ نے قول کیا اور بعض نے سن کر اس پر سکوت کیا کیونکہ بولنے کے مقام پر سکوت کرنا مسئلہ زیر بحث کی تائید اور توثیق ہے یہ بھی موجب قطعیت ہے،، علامہ حسام الدین نے فرمایا:

”ثم الاجماع الذی ثبت نبض بعضھم وسکوت الباقین لان السکوت فی الدلالة علی التقریر دون النص“ (حسامی، بحث اجماع) یہاں بھی دو امر ہیں (۱) سکوت مفید تقریر ہے یعنی جو حکم قول صحابہ سے ثابت ہے سکوت اس کیلئے تائید اور توثیق ہے۔

(۲) مفید نص نہیں، یعنی کلام صحابی کی تقریر نہیں بلکہ کلام صحابی سے جو حکم ثابت ہو رہا ہو اس کی تائید، توثیق اور تقریر ہے،، حضرت فاروق اعظم اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہما نے جب جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا: ”انت خیرنا وافضلنا“ موقعہ پر موجود انصار ومہاجرین کے تمام صحابہ کرام نے بعد از سماعت تسلیم کیا اور انکار نہ فرمایا، یہاں اگر جمیع صحابہ کا اجماع نصی تسلیم نہ کیا جائے بلکہ بعض کا نصی اور بعض کا سکوتی تسلیم کیا جائے تو بھی یہ اجماع مفید قطعیت ہے چنانچہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ نے فرمایا: کلمہ ایشاں را جمیع

حاضران از مہاجرین وانصار انکار نہ کردہ بلکہ مسلم داشتہ پس خیریت وافضلیت ابوبکر نزد جمیع صحابہ مسلم الثبوت وقطعی بود'' (تحفہ اثنا عشریہ: ص: ۱۷۲)

لہٰذا یہ کہنا کہ اجماع ہوا ہی نہیں قطعی غلط اور خلاف حقائق ہے اور پھر اجماع ظنی کا قول کرنا اور موجب قطعیت قرار نہ دینا علوم حدیث اور علوم اصول فقہ سے نابلد ہونے کی دلیل ہے،

محقق صاحب کا یہ کہنا کہ: جبکہ افضلیت کے حوالے سے جس اجماع کی بات کی جاتی ہے وہ تواتر سے منقول ہے ہی نہیں۔ (ص: ۸۸)

اجماع موجب قطعیت ہے

یہ کس قدر تجاہل عارفانہ ہے امام اہل سنت اعلیٰ حضرت کا کلام، مطلع القمرین: ص: ۶۳، سے پہلے نقل ہو چکا ہے کہ افضلیت ابوبکر صدیق پر صحابہ اور تابعین کا اجماع بلا کم وکاست ہر دور میں اہل سنت کے نزدیک مسلمہ اور معمول بہا رہا، اس کی حجیت اور قطعیت ہر دور میں برقرار رہی ہے، اور کسی قسم کا کوئی لفظی اور معنوی فرق نہیں آیا،،

آگے لکھا کہ کیونکہ اجماع سے قطعیت ثابت کرنے کیلئے ضروری ہے کہ اس اجماع کے خلاف کوئی ضعیف سے ضعیف اور شاذ روایت بھی موجود نہ ہو،، (ص: ایضاً)

محقق صاحب کا اشارہ اس طرف ہے کہ اس اجماع کے خلاف ابن عبدالبر کی روایت بیس صحابہ کے بارے میں کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل جانتے تھے موجود ہے لہٰذا یہ موجب قطعیت نہیں،، اعلاماً کہا جائے گا کہ پہلے نقل ہو چکا ہے ابن عبدالبر کی یہ روایت شاذ غیر مقبول اور غیر معتبر ہے انعقاد اجماع کیلئے مانع نہیں،

ثانیاً مانعین کو یہ نقلاً ثابت کرنا پڑے گا کہ ابن عبدالبر کے نامزد کردہ اور منقولہ صحابہ کرام وہاں بوقت بیعت موجود نہ تھے،،

ثالثاً: ان صحابہ کرام کے انکار افضلیت کا معاملہ پانچویں صدی کا ہے کیونکہ ابن عبدالبر کی وفات

۴۶۳ھ میں ہوئی ہے اس سے قبل کا زمانہ اس روایت شاذہ کے وجود، سماعت اور روایت سے عاری ہے، محقق عصر کا کلیہ محتاج ثبوت ہے یہ ان کی علمی ذمہ داری ہے کہ وہ پانچویں صدی سے قبل کا کوئی ثبوت پیش کریں،

رابعاً: ایک ضعیف یا شاذ روایت ہی لے آئیں جو ثابت کرے کہ بوقت بیعت یہ حضرات تھے، اور عدم افضلیت ابوبکر صدیق کی وجہ سے انہوں نے بیعت نہیں کی تھی بلکہ صاف انکار کردیا تھا جبکہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ نے تحریر فرمایا کہ کلمہء ایشاں را جمیع حاضران از مہاجرین وانصار انکار نہ کردہ'' جب کسی مہاجر وانصاری نے انکار نہیں کیا بلکہ مسلم داشتہ کی کیفیت اور حالت ہے تو ان کے انکار کی کہانی کا مرکزی ثبوت کیا ہے؟ یہ درست ہے کہ اس راگنی کا مرکزی کردار ابن عبدالبر ہے جب ابن عبدالبر کے اس قول عجیب اور خشت بے بنیاد کو شاذ وایجاد کی علمی تحقیق تو توں نے پارہ، پارہ کردیا تو اس کی بنیادی حیثیت ہی اپنا وجود کھو بیٹھی تو الگ تار کے تان چھیڑ کر راگنی الاپنے کا مقصد؟ اور شاہراہ جمہور کو چھوڑ کر الگ پگڈنڈی بنانے کی ضرورت اور مجبوری؟ امام اہل سنت اور شیخ محقق رحمہما اللہ نے ابن عبدالبر کی روایت کو شاذ کہہ کر رد کردیا ہے جس کا واضح مفہوم اور صریح مطلب یہ ہے کہ ابوبکر صدیق کی بجائے افضلیت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا عقیدہ رکھنے والے لوگ جمہور مخالف اور غیر معتبر ہیں، جب ان کا یہ حال ہے تو ان کی تحقیق کس کھاتے میں؟ ایسی تحقیق کیا؟ اور کس طرح قابل التفات؟ کیا یہ رضا کے نیزے کی دسویں مار نہیں؟ ''تلك عشرة كاملة'' ابن عبدالبر کی بیس صحابہ کے انکار والی روایت شاذ ہے اور یہ شاذ متروک ہے قابل قبول اور لائق حجت ہی نہیں اس کی تفصیلی فنی بحث عمدۃ التحقیق میں ہو چکی ہے ، امام نووی نے فرمایا:

''ان الشاذ ما ليس له الا اسناد واحد يشذ به ثقة او غيره، فما كان عن غير ثقة ممتروك ،، وما كان عن ثقة توقف فيه ولا يحتج به ''

امام جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ نے فرمایا: فما كان منه عن غير ثقة متروك لا يقبل''
(تدریب الراوی: ص: ۲۰۳، ۲۰۴)

جب حدیث شاذ متروک ہے قابل قبول اور لائق حجت ہی نہیں تو اس کی بنیاد پر امر قطعی کا انکار کرنا حدیث کے علوم واصول سے بے بہرہ ہونے کی دلیل نہیں؟ خلاصہ یہ ہے کہ محقق عصر کا خود ساختہ اصول اور کلیہ غلط اور ابطل الاباطیل ہے،،

محقق عصر کی ایک اور لن ترانی

فرمایا اگر اجماع کے خلاف کوئی روایت آجاتی تو اجماع ظنیت سے اتر کر قطعیت کے درجہ میں آجاتا ہے کیا کہنے محقق عصر کی تحقیق جدید کے کہ خلاف اجماع روایت آئی تو اجماع ظنیت سے اتر کر قطعیت میں آ گیا کیسی الٹی گنگا بہادی ہے کہ تحویل نزولی کو تحویل صعودی کیلئے علت اور موجب قرار دیا پھر بھی محقق عصر؟، کیونکہ ظن سے قطع اور یقین کا نزول ہوا ہے جبکہ قطع اور یقین دلیل خارجی موجود ہونے پر ظن اور وہم کے درجے میں آجاتے ہیں انوار کے مولفین نے یہ لکھا کہ حضرت عباس، حضرت علی رضی اللہ عنہما کے شاگرد ہیں جبکہ عمدة التحقیق میں حضرت عباس کو حضرت علی رضی اللہ عنہما کا بزرگ لکھا گیا ہے حالانکہ یہ کوئی قابل مواخذہ بات نہیں، قابل مواخذہ اور فنی غلطی یہ ہے کہ زاہد حسین شاہ حضرت کہ جگہ حضرات، باقلانی کو معتزلی کی جگہ شیعہ، اور قطعیت کی جگہ ظنیت اور ظنیت کی جگہ قطعیت کو فنی تقریر اور تحقیقی استدلال کے بعد لکھنا کیسی تحقیق ہے؟ ڈونگرے بجائے تھے محقق عصر ہونے کے، محقق عصر نے کیا تحقیقی گل کھلائے؟ ''فافہم''

بانیان تحقیق اجماع ظنی کے بھی منکر ہیں

بہر حال محقق عصر کے مذکورہ بالا جملے کہ اجماع ظنیت سے اتر کر قطعیت کے درجہ میں آجاتا ہے سے مترشح ہوتا ہے کہ موصوف کے حاشیہ ذہن میں ظنیت کا تصور موجود ہے اجماع ظنی، قطعی کا

موجب تو ہے مگر خود قطعی ہے نہ ظنی ،،تو لامحالہ ظنیت سے مراد، افضلیت ظنیہ ہوگی اگر یہ ہو تو اس بات کا کیا جواب ہے؟ قارئین انتظار کریں انشاء اللہ عنقریب کچھ ایسی تحقیقات بھی سامنے آرہی ہیں کہ افضلیت مطلقہ کا قطعی ہونا دور کی بات ہے اس طرح کی افضلیت تو ظنی بھی کسی کے لئے ثابت کرنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے،(ص:۸۹) ان ہر دو عبارات میں تناقض ہے پہلی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ بانیان تحقیق اور محقق عصر کے ہاں افضلیت ظنیہ ہے اور ان کے بقول اجماع موجب ظن ہے کیونکہ اس کے مقابل ابن عبدالبر کی روایت موجود ہے اور دوسری عبارت جو،ص: ۸۹، پر ہے اس سے معلوم ہوا کہ بانیان تحقیق کے نزدیک افضلیت ظنیہ بھی نہیں، یہ تضاد ہے، ثانیاً انوار کا تحقیقات کی آمد کی خبر دینا، بتاتا ہے کہ افضلیت ظنیہ کا بھی یہ گروہ قائل نہیں کیونکہ جدید تحقیقات اس کی بھی نفی کررہی ہیں،، جبکہ انوار کا بہ تکرار اعلان اور اظہار ہے کہ ہم جمہوری ہیں ،جمہور کے ساتھ کھڑے ہیں ،اگر جمہوری ہیں اور جمہور کے ساتھ کھڑے ہیں تو دو باتیں وضاحت طلب ہیں جمہور اجماع پر کاربند، اور افضلیت قطعیہ کا عقیدہ رکھتے ہیں جبکہ بانیان تحقیق کا عقیدہ اس کے برعکس (۲) ص:۸۹، سے واضح ہوا کہ بانیان تحقیق ہر نوع افضلیت کے منکر ہیں؟ اس دوغلے دوہرے نظریئے کا مقصد؟ انوار نے لکھا جب تک حیثیات اور جہات کا اعتبار نہ کیا جائے اس اہم مسئلہ کا کوئی حل نہیں ہوسکتا (ص:۸۹) بحمداللہ اس کا تفصیلی اور تحقیقی جواب عمدۃ التحقیق میں آچکا ہے بالخصوص جلد دوم،ص:۱۹۰، ۱۹۷، قابل دید ہیں،،

محمود سعید ظنی مانتا ہے، مگر انواری ظنی بھی نہیں مانتے

انوار نے تحریر کیا عالم اسلام کے نامور محقق محسن اہل سنت محدث کبیر علامہ محمود سعید ممدوح مدظلہ العالی کی تصنیف لطیف غایۃ التبجیل وترک القطع فی التفضیل اپنے موضوع کے اعتبار سے ایک شاہکار ہے اس میں تفصیل کے جملہ پہلوؤں اور اہل اسلام کے مختلف نظریات کو انتہائی محنت کے ساتھ جمع کیا گیا ہے اور قوی دلائل سے ثابت کیا گیا ہے کہ افضلیت کا مسئلہ ظنی ہے،،(ص:۹۱)

انوار کے محقق اور ممدوح نے افضلیت کا مسئلہ ظنی قرار دیا اسی انوار کے،،ص:۸۹، پر ہے قارئین انتظار کریں انشاء اللہ عنقریب کچھ ایسی تحقیقات بھی سامنے آرہی ہیں کہ افضلیت مطلقہ کا قطعی ہونا تو دور کی بات ہے اس طرح کی افضلیت تو ظنی بھی کسی کیلئے ثابت کرنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے،، مندرجہ بالا متضاد بیانات پر یہ پوچھا جاسکتا ہے کہ مندرجہ بالا کتاب انوار کے ممدوح کا کیسا تحقیقی شاہکار ہے، ممدوح کی تحقیق سے ثابت ہوا کہ افضلیت کا مسئلہ ظنی ہے لیکن مزید تحقیقات اور بھی جلوہ فگن ہونے والی ہیں، جنہوں نے مسئلہ افضلیت کے ظنی ہونے کو بھی ناممکن بنادیا ہے اب سوال یہ ہے کہ کونسی تحقیق راجح اور کون سی مرجوح ہے؟ اگر تحقیق ممدوح راجح ہے تو بعد میں آنے والی تحقیقات مرجوح اور غیر موثر ٹھہریں، اگر بعد والی تحقیقات ارجح ہیں تو ممدوح کی تحقیق مرجوح اور غیر موثر ہوئیں یعنی افضلیت کا مسئلہ ظنی بھی نہ ہوا، یہ تحقیق اور یہ قول باقلانی، آمدی ،مازری وغیرہم کے خلاف ہوئی، اوران کا قول اور عقیدہ غلط ثابت ہوئے، جبکہ زبدۃ، غائیہ وغیرہ میں صراحتاً مذکور ہے کہ ان کے نزدیک افضلیت ظنی ہے،،

مزید بعد میں آنے والی تحقیقات سابقہ تحقیقات کے منافی اور متضاد ہیں قانون یہ ہے کہ جب ایک شی میں دو متضاد صفات جمع ہوجائیں تو دونوں ساقط الاعتبار ہوتی ہیں، یعنی اذا تعارضا تساقطا ایسی صورت میں ایک تحقیق بھی قابل عمل نہیں، نہ افضلیت ظنی اور نہ افضلیت غیر ظنی لہٰذا دونوں تحقیقات غیر موثر اور غیر معتبر ہیں،،

مزید جس طرح دونوں کا ارتفاع محال ہے اسی طرح دونوں کا اجتماع بھی محال ہے یہ محال عقلی اور عرفی ہے کہ افضلیت تو ہو مگر نہ ظنی اور نہ قطعی،، یہ اس لئے ہے کہ افضلیت کے عنوان میں دلائل خارجیہ نفس الامریہ موجود ہیں جن کی موجودگی میں افضلیت عدم ظنیت سے متصف ہے یہ کیسے ارباب تحقیق ہیں جن کا موقف اور تحقیق باہم متضاد ہوکرنا قابل عمل ہے،، کیا انوار اور بانیان تحقیق ان محققین کی تحقیق پر عمل پیرا ہوسکتے ہیں؟

انواریوں کا عقیدہ کیسا ہے افضلیت قطعی ہے نہ ظنی

مزید: ارباب تفضیل کا تحقیقی کام ابھی تشنۂ تکمیل ہے لہٰذا اعتقادی کیفیت ہاں اور نہ کے گرداب میں پھنسی ہے کس کو مانیں کس کو چھوڑیں؟ اپنے پیش رو محققین کی تقلید کریں تو تحقیقات جدیدہ کے ثمر سے بے بہرہ ہو جاتے ہیں اور اگر تحقیقاتِ جدیدہ کو مبنی اعتقاد گردانا جائے تو ظنیت ثابت کرنے والوں کا دامن چھوٹ جاتا ہے نہ ادھر کے رہے اور نہ ادھر کے،،

مزید: افضلیت موصوف، محل، اور مسند الیہ کے درجے میں ہے قانون یہ ہے کہ وصف کا اتصاف اور مسند کا اسناد، وصف اور مسند کے تحقق پر موقوف ہوتا ہے، مثلاً یوں کہا جائے کہ یہ کپڑا سیاہ ہے سیاہی خارج میں موجود ہوگی تو تب اس کا اتصاف کپڑے کیلئے ہوگا، سیاہی کے تحقق کے بغیر کپڑے کو کالا نہیں کہا جا سکتا،، اگر بدوں وجود، اور اتصاف سیاہی، کپڑے کو کالا کہا جائے تو یہ جہالت وحماقت ہے کیونکہ اعراض کا وجود، محلات کے وجود کے تابع ہوتا ہے یہ اپنے محلات کے عوارض ولواحقات ہوتے ہیں اسی طرح افضلیت قطعیہ ہو یا ظنیہ، موصوف اور محل کے درجے میں ہے اس پر ظنیت یا عدم ظنیت کا حکم اور اتصاف، ظنیت یا عدم ظنیت کے تحقق اور وجود پر موقوف اور معلق ہے جب ان کا وجود ابھی متحقق ہی نہیں ہوا کیونکہ ابھی عدم ظنی کی تحقیقات آنے والی ہیں تو حتمی طور پر یہ کہنا کہ افضلیت کا مسئلہ ظنی ہے قطعی غلط ہوا، یہ کیسا عقیدہ ہے کہ افضلیت قطعی ہے نہ ظنی، بلکہ ابھی طے ہونا باقی ہے کہ کس وصف سے متصف ہے؟ سبحان اللہ،،

جب بعد والی تحقیقات نے افضلیت ظنیہ کی نفی کر دی تو زبدہ اور غایہ کا بھانڈا چوراہے میں نہیں پھوٹے گا؟ یہ ردی کی ٹوکری کی زینت بنیں گی یا لوح عظمت پر سجائی جائیں گی اور پھر اس گھر کو گھر کے چراغ سے آگ نہیں لگے گی؟ اور پھر یہ شعر صادق نہیں آئے گا:

اے چشم شعلہ بار ذرا دیکھ تو سہی ۔۔۔ یہ گھر جو جل رہا ہے کہیں تیرا گھر نہ ہو

مزید: پندرہویں صدی ہجری میں عدم ظنیت پر جن دلائل کی برسات ہوئی ہے وہ قبل ازیں باقلانی

وغیرہ کو نظر نہ آئے آج کے محققین کو نظر آئے اور انہوں نے فرمانؒ جاری کر دیا کہ افضلیت ظنی بھی نہیں ہے۔

کیا عدم ظنیت کے قول کا عقیدہ غلط اور اس سے دلائل ظنیت منسخ نہیں ہو جاتے ؟ لیکن یہ امر محقق ہے کہ ظنیت اور عدم ظنیت کی اساس پر پلنے والا عقیدہ اختراعی اور اعتباری ہے حقیقی اور نفس الامری نہیں ،، اور یہ امر بھی واضح اور پائیہ ثبوت کو پہنچ چکا ہے کہ ظنیت کے دلائل کمزور، ناکارہ، اور ناقابل استشہاد ہو چکے ہیں، ورنہ عدم ظنیت کی خوشخبری کس بناء پر،،

جمہور کا عقیدہ قطعیت ادلہ ثلثہ کی پیداوار ہے

اس کے مقابل عقیدہٴ جمہور ہے جو قرآن وحدیث اور اجماع صحابہ وتابعین کی پیداوار ہے جو مزید کسی بھی قسم کی تحقیق کا محتاج نہیں، یہی وجہ ہے کہ یہ عقیدہ بالقطع والیقین دور صحابہ سے لے کر آج تک بدوں شک وارتیاب، بہ تسلسل چلا آرہا ہے والحمد لله علی ذالك'' اس پر ذخیرہٴ ثبوت پہلے نقل ہو چکا ہے اعادہ کی ضرورت نہیں انوار نے لکھا کہ علامہ سعد الدین تفتازانی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''یعنی ان الخلافة بعد رسول الله ﷺ لابی بکر، ثم لعمر، ثم لعثمان، ثم لعلی وزالك لان الصحابة قد اجتمعوا یوم توفی رسول الله ﷺ فی سقیفة بنی ساعدة واستقر رایهم بعد المشاورة والمناعة علی خلافة ابی بکر فاجمعوا علی ذالك وبایعه علی رء وس الاشهاد'' (شرح عقائد، ص:۱۵۰، ۱۵۱)، رسول اللہ ﷺ کی رحلت کے بعد خلافت ابوبکر، پھر عمر، پھر عثمان اور پھر علی رضی اللہ عنہم کیلئے قرار پائی، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے دن صحابہ بنی ساعدہ کی حویلی میں جمع ہوئے، باہمی نزاع اور مشاورت کے بعد ابوبکر صدیق کی خلافت پر اجماع صحابہ ہوا، اور تمام صحابہ نے علی الاعلان اور برملا ابوبکر صدیق کے ہاتھ پر بیعت کی، سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مشاورت اور تنازعہ کس بات پر ہوا،،؟ وہ یہی تھا کہ خلافت کا اہل کون ہے؟ کیونکہ خلافت کیلئے افضلیت شرط ہے

بالاجماع مہاجرین اور انصار نے حضرت ابوبکر کو سب سے افضل تسلیم کر کے دست صدیق پر بیعت کی،، علامہ تفتازانی کی عبارت میں استقر رایھم بعد المشاورة والمنازعة فاجمعوا علی ذالك " کے الفاظ اس بات پر قرینہ لفظیہ ہیں کہ علامہ تفتازانی علیہ الرحمہ افضلیت قطعیہ کا عقیدہ رکھتے ہیں کیونکہ انہوں نے اجماع کی بات کی ہے اور اجماع مفید قطعیت ہے اس کی نقلی نظیر علامہ تفتازانی کے اپنے کلام میں موجود ہے رسول اللہ کا فرمان الائمۃ من قریش ،، یہ خبر واحد ہے لیکن جب :" رواه ابوبکر محتجا به علی الانصار ولم ینکره احد فصار مجمعا علیه "(شرح عقائد : ص : ۱۵۶)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مقام دلیل میں اس کو دلیل کے طور پر پیش کیا اور کسی انصاری نے انکار کیا نہ تردید تو مجمع علیہ ہوگئی یعنی اس کی صحت اور حکم پر اجماع مفید قطعیت ہو گیا حضرت عمر اور حضرت ابوعبیدہ ابن الجراح رضی اللہ عنہما نے جناب صدیق اکبر کو انت خیرنا وافضلنا کہا کسی انصار اور مہاجر صحابی نے انکار کیا نہ تردید کی بلکہ تمام حاضرین نے تسلیم کیا تو یہ افضلیت قطعیہ ہوگئی ،، علامہ تفتازانی نے مذکورہ اس عبارت میں اسی بات کو بیان کیا ہے علامہ کی وہ کونسی عبارت ہے جس میں افضلیت کو ظنی فرمایا ہے ،، انوار نے وہ عبارت نقل کیوں نہیں کی ؟

قاضی عضد الدین عبد الرحمن الایجی المتوفی ۷۵۶ھ نے مواقف میں فرمایا :" لکنه معظم وافضل الخلق عنده " اللہ تعالیٰ کے نزدیک ابوبکر صدیق عظمت والے ، اور افضل الخلق تھے اس پر علامہ سید شریف جرجانی نے فرمایا :" بعد رسول اللہ ﷺ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے بعد اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے افضل اور سب سے عظیم انسان تھے ،،

علامہ ایجی رحمہ اللہ نے مواقف میں افضلیت ابوبکر صدیق کی قطعیت پر قرآن واحادیث سے دس دلیلیں نقل کی ہیں ،، اور علامہ سید شریف الجرجانی نے فرمایا :" افضل الناس بعد رسول اللہ هو عندنا واکثر قدماء المعتزله ابوبکر رضی اللہ عنه وعند الشیعة واکثر

متاخری المعتزلہ علی"(شرح مواقف: جز:۸:ص:۲۹۷)

اہل سنت اور اکثر متقدمین معتزلہ کے نزدیک رسول اللہ کے بعد ابوبکر صدیق سب سے افضل ہیں اور شیعہ کے نزدیک علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ افضل ہیں۔

انواریوں کی غلط فہمی

سید شریف الجرجانی نے فرمایا:"وثبوت الامامة وان کان قطعیا لا یفید القطع بالافضلیة بل غایتہ الظن" حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا ثبوت اگرچہ قطعی ہے کیونکہ اس کا ثبوت اجماع سے ہے اجماع مفید قطعیت ہے لیکن خلافت کی قطعیت سے لازم نہیں آتا کہ ابوبکر صدیق کی افضلیت بھی قطعی ہو، بلکہ خلافت مفید ظن ہے، مفید قطعیت نہیں،، سید سند شریف جرجانی رحمہ اللہ نے یہ ایک سوال نقل کیا ہے یہ ان کا عقیدہ نہیں تحقیق کے علمبرداروں کو غلط فہمی ہوئی ہے، زبدۃ نے بھی محدث ابن حجر مکی اور سید سند شریف کے متعلق ایسا ہی لکھا تھا بفضل اللہ ہم نے ان کی درستگی کرتے ہوئے واضح کیا تھا کہ ہر دو علمائے اعلام کا یہ عقیدہ نہیں بلکہ دونوں عبارتیں بصورت سوال ہین الصواعق المحرقہ اور شرح مواقف میں''

لکنا وجدنا السلف الخ، سے اس کا جواب دیا گیا ہے چنانچہ سید سند شریف نے فرمایا:لکنا وجدنا السلف قالوا ابان الافضل ابوبکر ،ثم عمر ثم علی وحسن ظننابھم یقضی بانھم لولم یعرفوا ذالك لما اطبقوا علیه فوجب علینا اتباعھم فی ذالك القول "(شرح مواقف: جز:۸:ص:۴۰۵)

لیکن ہم نے اپنے اسلاف کو اس عقیدے پر پایا ہے کہ سب سے افضل ابوبکر ہین پھر عمر پھر عثمان اور پھر علی رضی اللہ عنہم ہمارا احسن ظن یہ فیصلہ کرتا ہے کہ اگر انہیں افضلیت قطعیہ کا عرفان نہ ہوتا تو افضلیت قطعیہ پر ہرگز متفق نہ ہوتے، پس افضلیت قطعیہ کے عقیدہ میں ہم پر ان کی اتباع واجب ہے یہ ہے عقیدہ سید سند شریف جرجانی رحمہ اللہ کا، علامہ رحمہ اللہ نے یہ ساری کلام غایۃ الظن

کے بعد تقابل اور جواب میں تحریر فرمائی ہے جو اس بات کی وضاحت ہے کہ علامہ جرجانی رحمہ اللہ افضلیت ظنیہ کے نہیں بلکہ افضلیت قطعیہ کے قائل ہیں،، علامہ رحمہ اللہ نے لکنا استدراکیہ لاکر عقیدۂ ظنیہ کی تردید اور تکذیب فرمادی ہے اور یہ اعلان کیا ہے کہ عقیدہ جمہور میں ہم ان کے تابع ہیں ان کی اتباع ہم پر واجب ہے بانیان تحقیق نے یہاں علمی ٹھوکر کھائی ہے یا امانت و دیانت کا چہرہ مسخ کرنے کی کوشش کی ہے،، ''فافھم''

واضح ہو کہ شیخ محقق رحمہ اللہ بھی افضلیت ظنیہ کے قائل نہیں بلکہ قطعیہ کا عقیدہ رکھتے ہیں،، فرمایا دوسرا مقام یہ ہے کہ ان خلفاء کی افضلیت ان کی خلافت کی ترتیب سے شمار کی جائے۔

(تکمیل الایمان: ص:۱۶۱)

مزید فرمایا: اگر علمائے اہل سنت حضرت ابوبکر صدیق وعمر رضی اللہ عنہما کی افضلیت کی قطعیت پر یقین رکھتے ہیں تو وہ حق پر ہیں، بعض حق پسند شیعہ بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں،،

(تکمیل الایمان: ص:۱۶۹، مکتبہ نبویہ لاہور)

شیخ محقق نے مذکورہ اس عبارت مین افضلیت قطعیہ کو مذہب اہل سنت قرار دیا، اور پھر وضاحت فرمادی کہ حق یہی ہے کہ افضلیت ابوبکر قطعی ہے اندریں حقائق انوار کا یہ تحریر کرنا کہ علامہ تفتازانی ،سید سند شریف جرجانی، شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث رحمہم اللہ افضلیت ظنیہ کا عقیدہ رکھتے ہیں، غلط اور باطل ثابت ہوا،،

خلیفہ کیلئے افضل ہونا ضروری ہے

انوار نے لکھا کہ اہل سنت کے نزدیک خلیفہ کیلئے اپنے زمانے کے لوگوں سے افضل ہونا ضروری نہیں۔ (ص:۹۲)

اعلاناً کہا جائے گا، غلط ہے بلکہ خلیفہ کیلئے تمام اہل زمان سے افضل ہونا ضروری ہے، ملا علی قاری نے فرمایا: ''امّا الخلیفة فلیس لهم ان یولوا الخلافة الا افضلهم وهذا فی الخلفاء

خاصة وعليه اجماع الامة" (شرح فقہ اکبر: ص:۷۵، مطبع سعیدی)

خلافت کے باب میں یہ ممکن نہ تھا کہ صحابہ افضل کو چھوڑ کر مفضول کو خلیفہ بناتے، بالخصوص خلفاء میں خلافت کا دارومدار افضلیت پر ہے۔

اور اس موقف (شرط پر) پر اجماع امت ہے یعنی خلفاء اربعہ کی خلافت افضلیت کی شرط پر منعقد ہوئی، اس شرط پر اجماع امت ہے اس افضلیت پر امت کا اجماع ہے کہ خلیفہ وہی ہو سکتا ہے جو اپنے زمانے میں سب سے افضل ہو،،

امام اہل سنت فاضل بریلوی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''ہم انشاء اللہ تعالیٰ باب ثانی کی فصل میں ثابت کریں گے کہ خلافت صدیق اکبر بربنائے تفضیل تھی فاروق اعظم وغیرہ صحابہ نے ان کی افضلیت مطلقہ ثابت کی اور اسی پر نزاع منقطع ہو کر بیعت واقع ہوگئی، حضرت عمر اور حضرت ابوعبیدہ ابن الجراح رضی اللہ عنہما نے بھی انت سیدنا وافضلنا سے دلیل عظمت اور حجت افضلیت پیش کی اس پر تمام صحابہ کا اجماع ہوا، اور بیعت واقع ہوئی تحفہ اثناء عشریہ سے حوالہ پہلے نقل ہو چکا ہے، ملا علی قاری، اعلیٰ حضرت امام اہل سنت، اور شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہم اللہ کی تصریحات سے ثابت ہوا کہ افضلیت خلافت کی بنیادی شرط ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت قطعی ہے ظنی نہیں، امام ابوالحسن اشعری کا بھی یہی مسلک ہے زبدۃ میں بھی منقول ہے،،

انواریوں کی غلط فہمی کا ازالہ

ص:۹۲ پر انوار نے شرح نخبۃ الفکر سے اجماع قطعی کی جو تعریف نقل کی ہے وہ افضلیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر ہونے والے اجماع پر پوری طرح صادق اور مستغرق ہے، مطلع القمرین: ص:۶۳، سے اس پر حوالہ اور ثبوت نقل ہو چکا ہے،،

انوار نے تحریر کیا کہ: بعض کتب میں یہ صراحت ہے کہ امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ

عنہ کی افضلیت پر اجماع ہوا ہے جواباً عرض ہے کہ بعض اوقات اکثریت کے قول کو بھی اجماع کہہ دیا جاتا ہے حالانکہ وہ سب کا اتفاق و اجماع نہیں ہوتا مثلاً فقہ حنفی کی معروف کتاب ہدایہ شریف میں ہے کہ امام کے پیچھے قرأت کے منع ہونے پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے امام شافعی رحمہ اللہ قرأت خلف الامام کو جائز کہتے ہیں، سماه اجماعاً باعتبار الاکثر وقد روی منع القرأة عن ثمانین نفرا من الصحابة "(ص:۹۳)

اس پر علامہ عینی رحمہ اللہ نے فرمایا: یہاں اجماع اکثریت کے معنی میں استعمال ہوا ہے معلوم ہوا ،حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر جو اجماع ہوا وہ بمعنی اکثر بھی لیا جا سکتا ہے،

اغلاماً کہا جائے گا کہ صاحب ہدایہ رحمہ اللہ نے فرمایا: علیہ اجماع الصحابۃ" اس کی تاویل علامہ عینی نے قول اکثر سے کی اور دلیل یہ دی گئی کہ اسی صحابہ کرام سے قرآت خلف الامام کی ممانعت ثابت ہے یہ قول اکثر ہے اس پر حاشیہ فتح القدیر میں ہے کہ:"لیس بشی لان هذا المدار لیس اکثر الصحابة "اسّی صحابہ کو اکثریت کہنا اور ان کے قول کو، قول اکثریت قرار دینا بے معنی ہے ، کیونکہ یہ تعداد اکثریت صحابہ کا مدلول اور منطوق نہیں ہوسکتا، بلکہ ایک قول یہ ہے کہ" المراد به اجماع مجتهدی الصحابة و کبارهم "(حاشیہ فتح القدیر:ص:۳۴۷)

اجماع الصحابۃ سے مراد صحابہ کبار اور مجتہدین صحابہ کا اجماع ہے،، علی الاطلاق صحابہ کا اجماع مراد نہیں علامہ عینی نے اجماع الصحابۃ کی تاویل ،اکثریت سے کی اس پر بھی نقض وارد ہوا کہ اسّی صحابہ کے قول ممانعت کو قول اکثر قرار دینا خلاف حقیقت ہے کیونکہ صحابہ کی تعداد ایک لاکھ سے بھی زیادہ ہے ،فقط اسّی صحابہ کا قول ،قول اکثریت کیسے ہوا؟ اس کی تاویل محشی نے کی کہ قول اکثریت کا احاطہ اسی صحابہ پر مشتمل نہیں کیونکہ یہ حقائق کے خلاف ہے بلکہ اس سے مراد، صحابہ کبار ،اور مجتہدین صحابہ کی اکثریت ہے جب قول اکثر بھی مووّل قرار دیا گیا تو اجماع صحابہ کا محمل نہ رہا ،اگر پھر بھی محمل قرار دیا جائے تو اس کا اطلاق اور مدلول وہ خاص صحابہ ہوں گے جو کبار اور مجتہدین

ہیں پس جب قول اکثر کا ایک احتمال اور ایک تاویل سامنے آگئی جو حقیقت کا مآل اور حقیقت کی ترجمان ہے تو قول اکثر دلیل اور حجت نہ رہا کیونکہ قانون یہ ہے اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال ،، پھر بھی اجماع صحابہ وتابعین اپنی حقیقت اور حجت پر باقی رہا ،،

ثانیاً: اجماع الصحابۃ کی تاویل علامہ عینی کو اس لئے کرنا پڑی کہ صرف اسی صحابہ کا قول ممانعت موجود تھا جبکہ اس کے مقابل اور معارض جوازیت قرأت پر بھی اقوال وشواہد موجود تھے، جن کو حضرت امام شافعی رحمہ اللہ نے مبنی استدلال بنا کر جوازیت کا قول فرمایا تھا،،

لیکن اجماع صحابہ وتابعین کی حقیقت اس سے قطعی مختلف، مغائر اور متضاد ہے اجماع صحابہ وتابعین جامع مانع ہوکر موجب قطعیت ہے صاحب ہدایہ کی عبارت ''وعلیہ اجماع الصحابۃ'' پر اجماع صحابہ وتابعین یا اجماع اہل سنت کو قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے،،

ثالثاً: صاحب ہدایہ کی یہ عبارت محل نظر تھی خلاف حقائق ہونے کی وجہ سے قابل تاویل تھی، علامہ عینی رحمہ اللہ نے تاویل پیش کی، علامہ عینی کی تاویل بذات خود موجب تاویل تھی اس لئے اس کی بھی تاویل اور توجیہہ کی گئی لیکن اجماع صحابہ وتابعین کی تاویل آج تک پیش نہیں ہوسکی، ہاں ابن عبدالبر نے اجماع کا انکار کیا مگر یہ دور ساڑھے تین سو سال بعد کا ہے اس کی کوئی حیثیت نہیں، محققین نے اس کے اس تار پود کا شیرازہ بکھیر دیا ہے جو اس کے انکار کا مبنی تھا۔

انوار نے یہ لکھ کر خود دھوکہ کھایا اور دوسروں کو بھی دھوکہ دینے کی سعی لاحاصل کی ہے کہ: قرأت خلف الامام کے منع ہونے پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا جماع تو نہیں ہوا، البتہ (۸۰) اسی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس کی ممانعت منقول ہے، اس لئے اکثریت کا اعتبار کرتے ہوئے صاحب ہدایہ نے اسے اجماع قرار دیا ہے افضلیت سے متعلق اجماع کا معنی بھی یہی ہے یہ اکثر کا قول ہے جیسا کہ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ: ''لعلہ اراد بالاجماع، اجماع اکثر اھل السنۃ والجماعۃ'' یعنی امام ابو منصور بغدادی نے افضلیت پر اجماع کا جو قول

کیا ہے اس سے مراد اکثر اہل سنت کا اتفاق ہے،،(بحوالہ شرح فقہ اکبر،ص:۲۶)

اعلاماً کہا جاتا ہے کہ اسی عنوان اسی حوالہ اور ان ہی الفاظ میں یہ عبارت زبدۃ میں بھی آچکی ہے وہاں سے اٹھا کر انوار کا حصہ بنا دیا گیا ہے بحمد اللہ اس کا جواب عمدۃ التحقیق میں تفصیلاً مذکور ہے بادل نخواستہ یہاں بھی جواب دیا جانا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

جب نقل سے اسی صحابہ کرام کی جمعیت متعین ہے تو اس کو اجماع صحابہ کہنا بظاہر غلط اور محتاج تشریح ہے اس لئے علامہ عینی نے اس کی تاویل کی پھر وہ توجیہ بھی محتاج تاویل ہوئی شرح فتح القدیر نے اس کا جواب دیا کہ صحابہ کبار اور صحابہ مجتہدین کا قرأت کی ممانعت پر اجماع ہے صاحب ہدایہ نے شاید اس لحاظ سے کہا ہو لہٰذا قول اکثریت کی تاویل کر کے اجماع کو قول اکثر میں لے جانا بدلنا بھی غلط ثابت ہوا،،سبحان اللہ کیسی تحقیق اور کیسا معارضہ ہے؟ایک فقیہ کے قول سے صحابہ اور تابعین کے اجماع کو منقوض کیا گیا ہے اور وہ بھی صدیوں بعد،جبکہ امام بیہقی نے چوتھی صدی ہجری میں امام شافعی کے حوالے سے اپنی کتاب ''اعتقاد،، میں اجماع صحابہ و تابعین کا ہونا اور کسی بھی صحابی یا تابعی کا انکار نہ کرنا بھی نقل کیا ہے،،

(۳) صاحب ہدایہ رحمہ اللہ نے چھٹی صدی ہجری میں علیہ اجماع الصحابۃ کا قول کیا ہے اور وہ بھی قرأت کی ممانعت میں،

(۴) امام شافعی رحمہ اللہ ۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۰۴ھ میں انتقال فرمایا،حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کے دم واپسیں تک تو کوئی امر مناقض اجماع ظہور پذیر ہوا نہ موضوع بحث بنا،امام بیہقی کا زمانہ چوتھی صدی ہجری بھی بے غبار اور بلا اختلاف رہا،مگر پندرہویں صدی میں روایات اور علمی ایجادات کی برسات ہوئی جس سے اجماع بمعنی قول اکثر میں ڈھل گیا،،

(۵) صاحب ہدایہ کا قول امر فقہی اجتہادی ہے اسی طرح امام شافعی کا قول بھی فقہی اجتہادی ہے جو مفید ظن ہے مگر اجماع صحابہ و تابعین مفید قطعیت ہے امر اجتہادی،امر ظنی،امر اجماعی کیلئے ناسخ

ہے اور نہ ہی راجح ،، صاحب ہدایہ کے امر فقہی اجتہادی سے امر قطعی پر کیسے استدلال کیا جا سکتا ہے؟ استدلال کرنے والوں کی قوت علمیہ کا ماتم کرنا چاہیے،

(۶) صاحب ہدایہ کے قول کی توجیہ علامہ عینی نے کی ،علامہ عینی کے قول کی پھر توجیہ ہوئی ،امر فقہی جو اجتہادی اور مؤول ہوا اجماع جو نص قطعی ،اور خبر متواتر کے درجہ اور حکم میں ہے، کیلئے مبناء تاویں ،اور ناسخ مصداق کیسے ہو سکتا ہے؟

(۷) علیہ اجماع الصحابۃ کے معارض دلائل شرعیہ موجود ہیں جن کے بل بوتے حضرت امام شافعی قرأت خلف الامام کو جائز بلکہ ضروری قرار دیتے ہیں ،بانیان انوار ذراہمت کر کے ایک روایت بھی ایسی لے آئیں جو صراحتاً بتائے کہ اجماع نہیں ہوا ،اجماع کی کہانی بے سند ہے یا ایسا ہی ثبوت پیش کر دیں کہ فلاں فلاں صحابی نے اجماع کا انکار کیا ہے ،اور فلاں فلاں تابعی بھی اجماع کو تسلیم نہیں کرتے ،

بانیان تحقیق اجماع صحابہ بمعنی قول اکثر پر ثبوت پیش کریں

(۸) بانیان تحقیق کی یہ علمی اخلاقی اور تحقیقی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ معتبر سنی العقیدہ کسی کتاب کا حوالہ پیش کریں جہاں اجماع کو قول اکثر یا اکثریتی رائے کے الفاظ میں لکھا گیا ہو ،علامہ تفتازانی نے فرمایا: ”فاجمعوا علی ذالك وبايعه علی علی رء وس الا شهادبعد توقف كان منه“ کچھ دنوں کے وقفے کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ نے جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی علی الاعلان بیعت کی ،، (شرح عقائد: ص:۱۵۱)

مواقف میں ہے: ”واما الاجماع فلم یو جد علی غیر ابی بکر اتفاقا“ (جز،۸،ص،۳۸۵)

ابو بکر صدیق کے علاوہ کسی خلیفہ راشد پر اجماع ،اتفاقی منعقد نہیں ہوا،

مواقف میں ہے: ”الاجماع علی احد الثلاثۃ ابی بکر وعلی والعباس “صحابہ کا

اجماع تین شخصیات پر ہوا تھا، ابوبکر صدیق، حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہم پر،، شرح مواقف میں ہے: "ثم انهما لم ينازعا ابابكر ولو لم يكن على الحق لنازعاه كما نازع على معاوية" (ایضاً)

لیکن ان دو حضرات نے ابوبکر صدیق کے ساتھ امر خلافت مین کوئی تنازعہ نہیں کیا اگر حضرت ابوبکر کا استحقاق خلافت پر نہ ہوتا تو حضرت علی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما سے نزاع کرتے اختلاف کرتے جس طرح حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے اختلاف کیا تھا،

علامہ عبدالشکور سالمی نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کے حیات ظاہری سے پردہ فرمانے کے بعد تمام صحابہ کرام صدیق وفاروق (رضی اللہ عنہم) کی خلافت پر متفق ہو گئے،، (تمہید: ص: ۳۶۰)

علامہ فضل اللہ التورپشتی رحمہ اللہ نے فرمایا: باخبار متواتر بمارسیدہ کہ بعد از رسول اللہ ﷺ جمہور صحابہ وے، از مہاجر وانصار کافہ علماء وفضلاء ایشاں وخداوندان حل وعقد از ہر قبیلہ برابوبکر رضی اللہ عنہ بیعت کردند، وبے شک آنچہ قرن اول کہ خیر القرون است برآں اتفاق کنند جز حق نہ باشد، زیرا کہ رسول علیہ السلام فرمودہ کہ (لن يجتمع امتى على الضلالة) ومعظم ترین واقعہ ونخستین حکمی کہ بعد از رسول علیہ السلام صحابہ برآں اجماع کردند خلافت ابوبکر بود رضی اللہ عنہ (المعتمد فی المعتقد، ص: ۱۹۴)

ترجمہ: اخبار متواترہ کے ذریعے یہ بات ہم تک پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی رحلت کے بعد آپ کے تمام صحابہ مہاجر وانصار نے بالخصوص اور ان کے علماء وفضلاء اور ارباب بست وکشاد کے حامل ہر قبیلہ کے افراد نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کی تھی اور بے شک قرن اول جو خیر القرون ہے نے اس پر اتفاق کیا تھا، اگر آپ کی خلافت خلافت حقہ نہ ہوتی تو انصار و مہاجرین کے تمام صحابہ اور ہر قبیلہ کے علماء وفضلاء اور ارباب حل وعقد اتفاق نہ کرتے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ میری امت ہرگز امر ضلالۃ پر اجماع نہیں کریگی رسول اللہ ﷺ

کے انتقال کے بعد عظیم تر واقعہ اور سب سے اولین حکم صحابہ کرام کا خلافت ابوبکر صدیق پر اجماع کرنا ہے۔

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے فرمایا: جمہور علمائے اہل سنت و جماعت کے نزدیک خلافت ابوبکر اجماع صحابہ سے ثابت ہے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اتفاق کیا ان کی اطاعت و فرمانبرداری قبول کی الخ۔

(تکمیل الایمان: ص: ۱۵۳)

مندرجہ بالا تحریرات سے ثابت اور واضح ہوا کہ اجماع کا معنی قول اکثر نہیں بلکہ اجماع بدوں تعین ،بلا قلت و کثرت معنیٔ جمعیت پر دال ہے اور یہی اس کا مدلول حقیقی ہے انوار کا اجماع کے معنیٔ جمعیت مطلقہ کو قول اکثریت میں ڈھالنا، بدلنا غلط ہے۔

(۹) اگر اجماع سے مراد قول اکثریت ہے تو دو امور توضیح طلب ہیں (۱) اکثریت امر اضافی ہو کر اقلیت کا متقاضی ہے کیونکہ قانون تضایف کے تحت اقلیت کا تحقق لازم اور شرط اول ہے تضایف میں مقابلتاً ایک کا تحقق دوسرے کے تحقق کو مستلزم ہوتا ہے اور ایک کی نفی دوسرے کی نفی کے لزوم کو ثابت کرتی ہے، اس کلیہ کی روشنی میں قول اکثریت کے مقابل نسبت تضایف کے تحت قول اقل کا پایا جانا لازمی قانونی تقاضا ہے قول اکثریت کی صحت اور وجود قول اقل کے وجود پر موقوف ہے قول اکثریت کے قائلین ثابت کریں کہ قول اقل کیا ہے؟ اور اس کا وجود کہاں ہے؟ ان کی تعداد کا معہ اسمائے گرامی ذکر کرنا لازمی ٹھہرا، اس قول کے قائلین نہ افراد بتا سکے اور نہ ان کے اسمائے گرامی ذکر کر سکے یہی حال قول اکثر کا ہے۔

(۱۰) اگر یہ قول اکثریت ہے تو اس قول کی تائید کن شواہد سے ہوتی ہے صاحب ہدایہ کا قول تو مؤول ہو کر اپنی حقیقت کھو چکا ہے پھر اجماع کا ثبوت اور مدلول اخبار متواترہ سے ثابت ہے جیسا کہ اوپر ذکر ہوا اس کے مناقض دلیل قطعی از قسم اخبار متواترہ کی ضرورت ہے جبکہ اسکے مقابل

،معارض اور مناقض خبر واحد بھی نہیں،،

(١١) علی سبیل الفرض اگر صاحب ہدایہ کی مؤلہ عبارت ہی دلیل، اور علامہ عینی ان کے وکیل ہیں تو علمی دنیا میں قول واحد کو قول اکثریت کا درجہ دیا جا سکتا ہے؟ اور پھر صاحبان دانش وبینش پانچویں صدی ہجری اور اس کے بعد والے زمانے کے قول شخص کو معروف اصطلاح اور معروف معنی میں خبر کہہ سکتے اور تسلیم کر سکتے ہیں؟ ماننا پڑیگا اجماع کے معنی متعین میں تحریف وتاویل کرنا ابطل الاباطیل ہے اور انوار کا اجماع کے معنی متعارف، معین کو قول اکثریت میں اتارنا نور سے بے نور ہونے کی دلیل ہے ''فافھم''

(١٢) انوار نے لکھا کہ: افضلیت سے متعلق اجماع کا معنی بھی یہی ہے کہ یہ اکثر کا قول ہے جیسا کہ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں لعلہ اراد بالاجماع، اجماع اکثر اہل السنۃ والجماعۃ'' یعنی امام ابومنصور بغدادی نے افضلیت پر اجماع کا جو قول کیا ہے اس سے مراد اکثر اہل سنت کا اتفاق ہے شرح فقہ اکبر، ص:٢٦،،

اعلاماً کہا جائے گا کہ انوار کے الفاظ نگار کو غلط فہمی ہوئی ہے ملا علی قاری رحمہ اللہ نے یہ عبارت شرح فقہ اکبر مطبع سعیدی کراچی، ص:١٤٢، پر ''منھا'' کے تحت نقل کی ہے لیکن انوار میں ناقلین نے انتہائی بددیانتی کا مظاہرہ کیا ہے معلوم ہوتا ہے فہم کی وادیوں سے دور، جہالت اور عداوت کے ظلمات میں بیٹھ کر اس کو نقل کیا گیا ہے ہم پوری عبارت نقل کرتے ہیں ''فقال ابو منصور البغدادی من اکابر آئمۃ الشافعیۃ اجمع اہل السنۃ والجماعۃ علی ان افضل الصحابۃ ابو بکر ،فعمر ،فعثمان فعلی الخ'' ابومنصور بغدادی شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا اہل سنت وجماعت کا اجماع ہے کہ تمام صحابہ سے افضل ابوبکر ہیں، پھر عمر ہیں، پھر عثمان، پھر علی ہیں (رضی اللہ عنہم) امام مذکور شوافع کے اجلہ آئمہ میں سے ہیں، اس پر ملا علی قاری رحمہ اللہ نے فرمایا اس ترتیب افضلیت پر اہل سنت وجماعت کا اجماع نہیں، بلکہ یہ عقیدہ اہل سنت وجماعت کی اکثریت کا ہے

،،فرمایا:لعله اراد با اجماع ،اجماع اکثر اهل السنة والجماعة لان الاختلاف واقع بین علی وعثمان عند بعض اهل السنة وان کا ن الجمهورعلی الترتیب المذکورهذا“

ترجمہ:امام ابومنصور بغدادی رحمہ اللہ کی اجماع سے مراد ممکن ہے یہ ہو اس ترتیب افضلیت پر اکثر اہل سنت کا اجماع ہے کیونکہ اہل سنت و جماعت کے بعض آئمہ نے حضرت علی اور حضرت عثمان کی افضلیت میں اختلاف کیا ہے جبکہ جمہور اہل سنت مذکورہ بالا ترتیب افضلیت کا عقیدہ رکھتے ہیں،ملاعلی قاری علیہ الرحمہ نے اس کی وضاحت میں فرمایا کہ:”الحاصل ان الجمهور من السلف ذهبوا الی تقدیم عثمان علی علیّ و کان سفیان الثوری یقول بتقدیم علی علی ،عثمان ثم رجع عنه وقال بتقدیم عثمان علی علی مانقل عنه ابوسلیمان الخطابی “(شرح فقہ اکبر:ص:۸۲،مطبع مذکورہ بالا)

ترجمہ: خلاصہء بحث یہ ہے کہ جمہور متقدمین حضرت عثمان کی حضرت علی رضی اللہ عنہما پر افضلیت کی طرف گئے (یعنی افضل مانتے ہیں)لیکن حضرت سفیان ثوری افضلیت علی رضی اللہ عنہ کے قائل ہیں پھر آپ نے اس قول سے رجوع کرلیا تھا،اور یہ فرمایا کہ حضرت عثمان کو حضرت علی رضی اللہ عنہما پر افضلیت حاصل ہے جیسا کہ ان سے ابوسلیمان الخطابی رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے۔

ملاعلی قاری رحمہ اللہ کے کلام سے درجہ ذیل امور بالکل واضح ہیں،،

(۱)اجماع سے مراد صحابہ وتابعین کا اجماع نہیں بلکہ اس سے مراد اہل سنت وجماعت کا اجماع ہے جو اجماع صحابہ اور تابعین سے بعد کی پیداوار ہے،،

(۲)اس اجماع سے،اجماع صحابہ مراد لینا بالکل غلط ہے کیونکہ اہل سنت و جماعت کا اجماع حدیث ما انا علیہ واصحابی کا علمبردار اور ان کے عقائد ونظریات کا آئینہ دار ہے علیکم بالجماعۃ ،اتبعوا السوادالاعظم ،کا مدلول اور مصداق ہے اہل سنت و جماعت سے موسوم اور معنون کرنے کی ضرورت اس وقت پیش آئی جب اہل اہواء اہل بدعت اور دیگر باطل فرقوں نے جنم لیا،صحابہ وتابعین کے

ادوار پر انوار میں اہل سنت و جماعت کا، مصداق اور بنیاد بننے والے نفوس قدسیہ موجود تھے لیکن وہ اس لفظ کے اطلاق اور موسومیت کے حامل نہ تھے، بعد زمانی، اور تفاوت اصطلاحی کی وجہ سے اجماع اہل سنت و جماعت کو اجماع صحابہ وتابعین پر اطلاق وحمل، اور قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے،،

(۳) اجماع اہل سنت و جماعت کو اجماع صحابہ وتابعین کہنا مفہوم اور حکم میں لینا انتہائی غلط اور لاعلمی ہے وجہ یہ ہے کہ اجماع اہل سنت و جماعت کے معارض حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ کا قول افضلیت علی رضی اللہ عنہ موجود ہے جس نے اجماع کے معنی جمعیت کو قول اکثر میں بدل دیا ہے لیکن اجماع صحابہ وتابعین کے معارض اور مقابل کوئی قول صحابی اور تابعی موجود نہیں،،

(۴) قول اکثر کا افضلیت ابوبکر صدیق پر منعقدہ اجماع صحابہ وتابعین میں کوئی دخل نہیں کیونکہ اختلاف ترتیب خلافت پر دی جانے والی افضلیت میں ہے اور وہ بھی حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کی ترتیب پر ہے کہ آیا حضرت عثمان افضل ہیں یا حضرت علی رضی اللہ عنہما جیسا کہ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے ''لا ن الاختلاف واقع بین علی وعثمان عند بعض اھل السنة '' سے واضح فرما دیا ہے کہ ترتیب خلافت پر دی جانے والی افضلیت پر اہل سنت و جماعت کا اجماع نہیں بلکہ یہ اکثریتی عقیدہ ہے کیونکہ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ اس ترتیب کے خلاف حضرت علی کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہما پر فضیلت دیتے تھے،،

اگر چہ جمہور اہل سنت و جماعت کا عقیدہ افضلیت ترتیب خلافت پر ہے، ملا علی قاری رحمہ اللہ نے امام ابو منصور البغدادی رحمہ اللہ کے کلام میں واقع اجمع اہل السنۃ والجماعۃ کی تاویل اجماع اکثر اھل السنۃ والجماعۃ سے کرنے کی وجہ بیان فرما دی ہے، جس کو ملاحظہ کرنے سے یہ امر عیاں ہو جاتا ہے کہ اجماع صحابہ وتابعین کی تاویل قول اکثر سے کرنا نہ صرف غلط بلکہ ہر دو کے درمیان پائے جانے والے تفاصل اور تغایر سے نابلد ہونیکی دلیل ہے، فتفکر،،

لیکن آخر میں ان کان الجمھور علی الترتیب المذ کورۃ ھذا سے یہ ثابت کیا ہے کہ جمہور کا عقیدہ افضلیت ترتیب خلافت پر ہے کیونکہ اس ترتیب پر اجماع ہے تو افضلیت ابو بکر پر بھی اجماع ہے شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے فرمایا: ''جمہور آئمہ دریں باب اجماع نقل کنند'' (تکمیل الایمان) پھر فرمایا: ہیچ یکے از صحابہ وتابعین در تفصیل ابوبکر وعمر وتقدیم ایشاں اختلاف نکردہ'' (ایضاً) جب حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی افضلیت پر تمام صحابہ اور تابعین کا اجماع ہوا اور کسی فرد صحابی یا کسی فرد تابعی نے اختلاف نہیں کیا تو یہ اجماع قول اکثر کے معنی میں کیسے ہوگیا؟ قول اکثر ہونے کیلئے قول معارض کا آنا، پایا جانا لازمی شرط ہے،، انوار کے ناقلین نے ملا علی قاری کی پوری عبارت نقل نہیں کی ،، من پسند جزوی عبارت نقل کر کے امانت و دیانت کی دھجیاں بکھیر دی ہیں، جبکہ انوار میں توڑ مروڑ کا الزام عمدۃ التحقیق پر لگایا گیا، لڑکھڑاتی زبان وقلم کا طعنہ بھی دیا گیا، (انوار: ص: ۵۹'' لیکن ثابت ہوا کہ حوالہ نقل کرتے وقت لاعلمی اور جہالت کا ایسا دورہ پڑا ہوا تھا کہ دماغ تو چل بسا تھا لیکن بصیرت وبصارت کے بھی حصے بخرے ہوگئے تھے،، لہٰذا ملا علی قاری رحمہ اللہ کی تاویل کو پورے کلام سے کاٹ کر اجماع صحابہ وتابعین میں دخیل قرار دے کر معنی اور حکم میں سقم پیدا کرنا انتہائی جسارت اور انکار اجماع کے مترادف ہے سوچنے کی بات ہے کہاں صحابہ وتابعین کا اجماع اور کہاں اہل سنت وجماعت کا اجماع، ناقل کو جب اتنا علم نہیں کہ اہل سنت وجماعت کا اجماع، اجماع صحابہ کا اثر اور حکم مرتب ہے کیونکہ اجماع صحابہ وتابعین ہی اس اجماع کی علت اور مبنی ہے صحابہ وتابعین کا اجماع خیر القرون قرنی ثم الذین یلونہم کا خاصہ لازمہ بینہ بالمعنی الاخص ہے مرور زمانہ کی جدتوں میں اس کا تسلسل کہاں؟ یہ اعزاز صرف اجماع اہل سنت کو حاصل ہے جو اپنی پوری رفتار کے ساتھ مروور زمانہ کے پہلو بہ پہلو چلتا آرہا ہے، جس کے قدم کی انتہا صبح قیامت ہے،، چوراہے میں بیٹھنے والے برہنہ کو سوچنا چاہیے کہ وہ دوسرے شخص کو برہنہ ہونے کا طعنہ دے سکتا ہے؟

مختصر یہ کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بلکہ تمام خلفاء راشدین کی افضلیت پر صحابہ اور تابعین کا جو اجماع ہوا وہ اجماع قطعی ہے کیونکہ اس کے خلاف کوئی شاذ ،ضعیف ،اور نادر روایت بھی موجود نہیں ،،جیسا کہ شیخ محقق رحمہ اللہ نے فرمایا: علم اصول فقہ مقرر و مبرہن شدہ است اجماع دلیل قطعی است ،ولیکن نہ بجمیع انواع واقسامش ، بلکہ قطعی آں قسم است کہ درانجا خلاف اصلاً نبود'' (تکمیل الایمان بحوالہ انوار: ص:۹۶) شیخ محقق رحمہ اللہ کے نزدیک اجماع قطعی وہ ہے جس کے معارض ،مقابل کوئی شاذ یا ضعیف روایت بھی موجود نہ ہو، افضلیت ابوبکر صدیق پر جو اجماع منعقد ہوا، اس کے مغائر اور مخالف کوئی روایت شاذ و نادر بھی موجود نہیں اگر ہوتی تو ضرور سامنے آتی ،لہٰذا یہ اجماع قطعی ہے،،

انوار نے شیخ محقق کے فرمان کو نقل کرنے کے بعد پھر وہی راگ الاپا جو غایۃ اور زبدۃ نے تعلیم دیا تھا کہ مسئلہ زیر بحث میں اجماع ہوا ہی نہیں ،صفحہ مذکورہ،، جمہور اہل سنت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ افضلیت ترتیب خلافت پر ہے اور اس پر اجماع قطعی ہوا ہے ،، کیونکہ صحابہ کرام نے بدوں اختلاف اور بلا انکار خلفائے اربعہ کو اپنے اپنے زمانے میں افضل البشر گردان کر بیعت کی تھی ، جب افضلیت مجمع علیہا تھی تو اس میں اختلاف نظریات اور انکار افضلیت کہاں سے آ گیا؟ اگر بقول انوار، غایۃ اور زبدۃ نظریاتی اختلاف تھا تو انکار کا وجود سقیفہ بنی ساعدہ یا اس کے علاوہ کہیں اور موجود اور متحقق تھا اگر تھا تو علمائے محدثین ،اور تاریخ اسلامی نے اس کی نشاندہی کیوں نہیں کی؟ منکرین افضلیت اور نظریاتی اختلاف رکھنے والوں کے اسماء کیوں نہیں گنوائے؟

ساڑھے تین سو سال بعد ابن عبد البر نے کارخانہء اختراع میں جو فہرست تیار کی ہے علماء حدیث اور آئمہ محققین نے تو اس کو رد کر دیا ہے اب یہ بتانا ضروری ہو گیا ہے کہ بوقت انتخاب افضلیت ابوبکر صدیق کو فلاں فلاں صحابی یا صرف فلاں صحابی نے تسلیم نہیں کیا تھا اور بیعت نہیں کی تھی جبکہ تمام اصحاب حدیث ،اور علمائے دین نے اجمعوا ، وغیرہ کے الفاظ سے اجماع صحابہ ،اور اجماع

کے معنی کو مستحکم فرمایا، ثبوت نہ ہونے کے باوجود اجماع کا انکار کرنا انحراف عن الحق اور ہٹ دھرمی ہے جو ایک لا یعنی بات ہے،،

(۲) اگر اجماع ہوا ہی نہیں تو انوار نے یہ کیوں لکھا؟ ''فاقوی اجماع الصحابة نصاً'' الخ ،پھر لکھا: ''ومنه الاجماع علىٰ خلافة ابی بكر رضی الله عنه'' (ص:۱۹۱، بحوالہ نور الانوار مع حاشیہ قمر الاقمار) پھر لکھا آج تک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے منکر کو کسی نے کافر قرار نہیں دیا، ثابت ہوا افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر اجماع نصی نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں ہو سکا نہ ہی بعد میں ہو سکا، یہی تفصیل بعینہ زبدۃ: ص: ۲۵۳، پر ہے ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ انوار کے محققین نے انوار کو وہی الفاظ اور وہی معانی پہنا اور اوڑھا دیئے ہیں، جو زبدۃ اور غایۃ کی ضخامت اور جسامت میں چنے گئے ہیں،،

اجماع اور حکم کے عنوان میں پوری علمی فنی بحث، عمدۃ التحقیق، جلد دوم، ص، ۱۰۱، تا ۱۲۰، آئینہ کی طرح تابدار ہے، صحابہ کا اجماع اگر کسی کو ظلمات بغض میں نظر نہ آئے تو اس میں ہمارا کیا قصور ہے ؟ ہم یہاں صرف اتنا کہنا مناسب سمجھتے ہیں کہ افضلیت ابوبکر صدیق اجماع نصی تام سے ثابت ہے لیکن اس کا منکر کافر اس لئے نہیں کہ اس امر قطعی کا علم وعرفان ہر عام وخاص کو نہیں صرف علمائے متکلمین، علمائے محدثین، اور علمائے محققین اس کی حقیقت، اساسیت اور نزاکت سے آگاہ ہیں، ملا علی قاری رحمہ اللہ کے حوالے سے نور الانوار کے محشی نے لکھا کہ:

''فلما كان مجمع عليه من ضروريات الدين بحيث يعرفه الخاصة والعامة فيكفر جاحده'' (نور الانوار: ص:۲۲۱، حاشیہ۔۱۰)

(۳) ہر ایسے مجمع علیہ امر کا منکر قطعاً کافر ہے جس کا امور دینیہ میں سے ہونا یقینی طور پر معلوم ہو یعنی ایسا امر جس کو ہر خاص وعام بغیر کسی شک وشبہ اور تردد کے دین سمجھتا اور جانتا ہو،، (شرح جمع الجوامع، ج ۲، ص، ۱۳۰، بحوالہ اکفار الملحدین مولفہ علامہ انور شاہ کشمیری، ۱۶۸)

(۴) بقول انوار، غائیۃ، اور زبدۃ اگر اجماع ہوا ہی نہیں تو یہ لکھنے کی کیا ضرورت تھی کہ اس پر تو سبھی متفق ہیں کہ عند الجمہور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ امت میں افضل ہیں اور یہی ہمارا عقیدہ ہے،، (انوار، ص: ۲۰۸)

(۵) پھر یہ اجماع امت کیوں تسلیم ہو کر منقول ہوا کہ اس پر تو تمام امت کا اجماع ہے کہ حضرت مولا علی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے بعد سب سے افضل ہیں۔ (انوار، ص: ۱۶۶)

(۶) حالانکہ اہل سنت کے نزدیک بالاتفاق مولا علی رضی اللہ عنہ تین کے بعد افضل ہیں۔ (ایضاً)

(۷) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کا معارضہ اجماع سے کر رہے ہیں،

(۸) انوار کے محققین حضرات عصر، الخ ص: ۸۸، پر رقمطراز ہیں کہ کسی کی افضلیت پر اجماع ہوا ہی نہیں ہے اگر ہوا ہی نہیں تو انوار کے، ص: ۱۶۶، پر جس اجماع امت کا ذکر ہوا ہے یہ کہاں سے آیا؟ اور یہ اس لئے تحریر و تسلیم ہوا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں پیش رو خلفاء ثلثہ کی افضلیت کا تذکرہ تو ہے مگر جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی افضلیت کا تذکرہ نہیں،

(۹) جب یہ امر مسلم ہے کہ اجماع امت کے مطابق حضرت مولا علی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے بعد سب سے افضل ہیں اور یہ امر بھی تسلیم ہے کہ اہل سنت کے نزدیک بالاتفاق مولا علی رضی اللہ عنہ تین کے بعد افضل ہیں تو افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر منعقدہ اجماع کا انکار کیوں؟

اے چشم شعلہ بار دیکھ تو سہی .... یہ گھر جو جل گیا ہے کہیں تیرا گھر نہ ہو

(۱۰) انوار نے فتاوی عزیزیہ سے جو فتوی نقل کیا اسکے فوائد کے تذکرے میں کہا کہ: اس فتوی سے چند امور ثابت ہوئے،

زبدہ اور انوار کا اعتقادی تضاد

۱: حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ سے شیخین کریمین کو افضل جاننا جمہور اہل سنت کا مذہب ہے

۲: جمہور اہل سنت حضرت علی المرتضیٰ کو مفضول مانتے ہوئے آپ سے عقیدت و محبت رکھتے ہیں

(۱۱) زبدۃ کے عقیدہ کی تشریح کرتے ہوئے انوار نے تحریر کیا کہ ان کا اپنا عقیدہ ہے کہ امت میں جمہور کے عقیدہ کے مطابق حضرت امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ افضل ہیں، جب امت میں عقیدہ جمہور کے مطابق افضل ہیں اور موصوف (صاحب زبدہ) بھی یہی عقیدہ رکھتے ہیں تو باقلانی کے مذہب پر افضلیت میں توقف کی پیروی کیوں کی؟ زبدہ میں ہے اس کتاب میں (زبدۃ) اس چیز کی وضاحت آجائے گی کہ علماء وصوفیاء کی ایک بڑی تعداد نے اس مسئلہ میں (افضلیت کے مسئلہ میں) توقف کو اختیار فرمایا، یعنی کسی کی افضلیت کا قول نہیں کیا،،

(زبدۃ: ص:۱۸)

(۱۲) اگر زبدہ کا عقیدہ جمہوری ہے تو باقلانی کی کتاب ''مناب آئمہ اربعہ'' سے یہ اقتباس کس غرض سے نقل کیا گیا'' والقول بتفضيل على رضوان الله عنه مشهور عند كثير من الصحابة'' الخ۔ (زبدۃ: ص:۱)

(۱۳) اگر زبدہ کا عقیدہ برطریق جمہور ہے تو اجماع نصی اور سکوتی کا انکار کیوں؟ جمہور کے عقیدے کی اساس تو اجماع ہے جیسا کہ دلائل سے پہلے ثابت ہو چکا ہے،، اور نقل بھی،،،

(۱۴) اگر زبدہ اور انوار عقیدہ جمہور کے پیروکار اور پاسدار ہیں تو پھر تضادات کیوں؟ کبھی توقف کا قول کیا۔ کبھی تفضیل علی رضی اللہ عنہ کو ثابت کرنے کیلئے اخبار احادہ مرجوحہ، شاذہ سے استشہاد کیا، کبھی افضلیت کو ظنی اجتہادی ثابت کرنے کیلئے قلمی زور لگایا حد یہ کہ انوار نے تو ظنی افضلیت کی بھی نفی کر دی،، جبکہ جمہور افضلیت قطعیہ کا عقیدہ رکھتے ہیں کیونکہ ان کا مبناء استدلال اجماع قطعی ہے یہ کیسا سنیت کا ترجمان اور جمہوری عقیدہ ہے؟ جس میں افضلیت ظنی بھی نہیں،،

(۱۵) لیکن جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کی باری آئی تو اجماع یاد آیا، اور امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کے کلام بتاویل کا سہارا لینا پڑا اور کہا کہ امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے ابن عساکر کی تخریج کردہ حدیث ابن عمر کی توجیہ، خلافت کے حوالے سے کی ہے، یعنی

حدیث عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما میں افضلیت اور خیریت کے جو الفاظ واقع ہوئے ہیں اس سے آپ کی مراد یہ ہے کہ مسئلہ خلافت میں سب سے افضل اور سب سے بہتر سیدنا ابوبکر صدیق ہیں، اور ان کے بعد عمر ہیں اور ان کے بعد عثمان ہیں رضی اللہ عنہم اس حدیث میں جناب علی المرتضیٰ کی خلافت کا ذکر ہے اور نہ افضلیت کا لیکن جناب علی المرتضیٰ کی خلافت اور افضلیت کو اجماع نے ثابت کیا ہے تو ایسی صورت میں زبدۃ، انوار، اور غایہ کو اجماع کا انکار نہیں کرنا چاہیے،، جب بقول ان کے افضلیت پر اجماع نہیں ہوا تو پھر افضلیت علی المرتضیٰ اور ان کی خلافت پر کون سی دلیل قطعی ہے؟ خلفائے ثلثہ کی خلافت اور افضلیت پر حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ظاہراً اور لفظاً حدیث مرفوع اور معناً حدیث متواتر ہے جو کہ نص کے طور پر موجود ہے لیکن ان خلفائے ثلثہ کے بعد افضلیت علی رضی اللہ عنہ کیلئے عنوان خلافت میں کون سی نص ہے؟ اور وہ صرف اجماع صحابہ ہے، شیخین کی افضلیت نصوص قرآنیہ، احادیث مرفوعہ اور اجماع صحابہ سے ثابت ہے حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کی خلافت اور افضلیت اجماع سے ثابت اور محقق ہے، اگرچہ فاتح مرزائیت، مجدد سرکار گولڑوی رحمہ اللہ نے خلفائے اربعہ کی خلافت کو آیت استخلاف سے ثابت فرمایا ہے،،

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی افضلیت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد ہے اور اس افضلیت پر اجماع ہے تو اس سے واضح اور متبادر یہ ہوا کہ خلفائے ثلثہ کی افضلیت پر اجماع صحابہ ہے ابوبکر صدیق خلیفہء رسول ﷺ ہیں ان کی افضلیت پر اجماع پہلے ہوا ہے اور آپ کے بعد والے خلفاء ثلثہ کی افضلیت پر اجماع بعد اور یکے بعد دیگرے ہوا ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہء چہارم ہیں جب ان کی افضلیت پر اجماع ہوا ہے اور مفید قطعیت ہے تو خلیفہ اول جناب صدیق اکبر کیلئے اجماع کا انعقاد طریق اولیٰ ثابت اور محقق ہے ورنہ ترک افضل بوجود مفضول لازم آئیگا جو غلط اور مردود ہے، جب ادلہ قطعیہ (خلفائے ثلثہ) کی افضلیت کو ثابت کرتی ہیں تو افضلیت

ابوبکر صدیق کیلئے اجماع کا انتفاء اور انکار کس دلیل پر؟ اور کیوں؟ فافھم''

خلاصہ ء بحث یہ ہے کہ عقیدۂ جمہور کے امتثال اور افضلیت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کے عنوان ومفہوم میں اجماع کا انکار ایک حقیقت نفس الامر یہ واقعیہ کا انکار ہے جو صاحب عقل ودانش کیلئے روانہیں، حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما لفظاً مرفوع اور معناً متواتر ہے اس پر فنی بحث اور تفصیل عمدۃ التحقیق میں موجود ہے اعادہ مفید نہیں،،

انوار میں ہے ہم تو مسئلہ افضلیت میں جمہور کے ساتھ ہیں،، ہمارا موقف یہ ہے کہ افضلیت شیخین مذہب جمہور ہے اور اس سے اختلاف کرنے سے کوئی شخص اہل سنت سے خارج نہیں ہو سکتا،، (ص:۱۵۴)

اعلاماً کہا جائے گا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا''اتبعوا السواد الاعظم'' علامہ تفتازانی رحمہ اللہ نے سواد اعظم کی تعریف میں فرمایا:''السواد الاعظم عامة المسلمين ممن هو اهل السنة والجماعة'' سواد اعظم، عامۃ المسلمین ہیں جو اہل سنت و جماعت سے ہوں،، اگر سواد اعظم کی اتباع لازمی اور ضروری نہ ہوتی تو رسول اللہ ﷺ یہ کیوں ارشاد فرماتے:''من شذ شذ فی النار'' اگر جمہور کی مخالفت کر کے بھی وہ سنی ہے تو شذ فی النار کا حکم قطعی اس کیلئے کیوں ہے؟ اور اللہ تعالیٰ نے یہ کیوں فرمایا:''ويتبع غير سبيل المومنين نوله ماتولى ونصليه جهنم وسآءت مصيرا'' جمہور کے مخالف اشخاص کے غیر سنی ہونے پر یہ نصوص قطعیہ شواہد ساطعہ ہیں بلکہ اس کے اہل جہنم میں سے ہونے پر دلائل قاطعہ ہیں، اور بقول امام اہل سنت جمہور کا راستہ حسن ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے''ماراٰه المسلمون حسنافهو عند الله حسن'' اور جمہور کے مقابل اور مخالف رائے قبیح ہے قباحت شرعیہ کا عمل دار سنی کیسے ہو سکتا ہے؟

اجماع کا معارضہ امام شافعی کے قول سے

انوار نے حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کے جمہور کے ساتھ اختلاف کی مثال دیتے ہوئے معارضہ

کرنے کی سعی لاحاصل کی ہے معارضہ کی تقریر یہ ہے کہ میت کو بدنی عبادات کا ثواب نہیں پہنچتا ،جبکہ جمہور فقہاء کے نزدیک پہنچتا ہے انوار نے روحوں کی دنیا،ص:۱۴۲، سے حوالہ بھی نقل کیا ہے ،اعلاناً کہا جائے گا کہ انوار کا فہم نوعیت اختلاف سے قاصر اور کوتاہ ہے، جمہور فقہاء، عبادات بدنیہ اور عبادات مالیہ کے ثواب کے پہنچنے کے قائل ہیں، امام شافعی رحمہ اللہ عبادات بدنیہ کے ثواب کا ایصال تسلیم نہیں کرتے ،مطلقاً انکار نہیں کرتے صرف ایک شق میں اختلاف کرتے ہیں یہ اختلاف اصولی نہیں فروعی اور اجتہادی ہے جبکہ ان کے پیروکار شوافع امام شافعی رحمہ اللہ کی اتباع اور اقتداء نہیں کرتے،، جیسا کہ امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے انیس الغریب میں اس کی ترجیح اور تصحیح کو ذکر فرمایا ہے امام اہل سنت شاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمہ اللہ نے اقول کے تحت روحوں کی دنیا ؛ص:۱۴۲، پر وضاحت فرمادی ہے،،

ثانیاً: یہ امام شافعی رحمہ اللہ کا اپنا اجتہاد ہے اجتہاد صواب بھی ہوتا ہے اور خطاء بھی۔

ثالثاً: مسئلہ زیر بحث افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اجتہادی نہیں اصولی اعتقادی ہے اور جمہوری اجماعی ہے عقیدہ جمہور کا مبنیٰ اجماع صحابہ وتابعین ہے یہ اجماع شریعت مطہرہ کی تیسری دلیل قطعی ہے اسی وجہ سے منکر اجماع کو کافر کہا گیا ہے جبکہ کسی بھی اجتہادی فقہی مسئلہ کے منکر کو کافر نہیں کہا گیا، امام شافعی رحمہ اللہ نے افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر اجماع تسلیم کیا ہے جس سے بلاشک وتردد اس کا اصولی اجماعی ہونا ثابت ہوا، فقہی اجتہادی مسئلہ پر، اصولی، اجماعی مسئلہ کو قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے ان میں یگانگت اور مماثلت کی فضاء پیدا کرنا انوار کی کوتاہ فہمی اور کم علمی ہے:.............ببیں تفاوت از کجا تا کجا

تعجب اس بات پر ہے کہ بانیان تحقیق کو اتنا بھی پتہ نہیں کہ جب کسی گروہ یا فرقہ کا ذکر ہو تو وہاں زیر بحث نظریہ اور عقیدہ ہوا کرتا ہے اور جب اختلاف برمسائل زیر تبصرہ ہو تو موضوع فقہ اور اجتہاد ہوتا ہے۔ ''فافہم''

بہرصورت جمہور کا مذہب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی افضلیت ہے انوار نے خود اعتراف کرتے ہوئے تحریر کیا کہ: سادات میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو مولا علی رضی اللہ عنہ سے افضل سمجھتے ہیں جیسا کہ جمہور اہل سنت کا مذہب ہے، (ص:۱۵۴) مندرجہ اس عبارت سے ثابت ہوا کہ شیخین کریمین کی افضلیت عقیدۂ جمہور ہے جس کی اساس اجماع ہے اور کم سادات عقیدۂ جمہور کے متبع ہیں اگر انوار اور اس کے پیشوایان اقوال مصرحہ کے مطابق عقیدہء جمہور کے حامل ہیں تو آثار ضعیفہ، اخبار احادہ اور روایات شاذہ سے عقیدہ جمہور کی مخالفت اور مزاحمت کرنے کی مجبوری کیا ہے؟ اور دوغلہ دوہرا اعتقادی معیار اپنانے کی حکمت کونسی ہے؟

انوار نے مسئلہ افضلیت کے اتفاقی ہونے سے انکار کردیا

انوار نے استفہام انکاری کی صورت میں لکھا کہ: کیا مسئلہ افضلیت اتفاقی ہے؟ (۱۰۵) بلاشبہ اتفاقی ہے کیونکہ یہ عقیدۂ جمہور ہے جو اجماع صحابہ پر استوار کیا گیا ہے لیکن باعث حیرت امر یہ ہے کہ اوپر استفہام انکاری کی صورت میں اتفاقی ہونے کا انکار کیا اور چند سطور کے بعد لکھا کہ ہم بھی اس مسئلہ میں جمہور کے ساتھ کھڑے ہیں جب مسئلہ افضلیت اجماعی جمہوری ہے تو پھر اتفاقی کیوں نہیں؟

فان علیا منی الحدیث کی تحقیق

انوار نے "فان علیا منی وانا منه وهو ولی کل مومن بعدی" حدیث نقل کی ہے، (ص:۱۵۶)

امام ترمذی نے یہ حدیث نقل ہے مگر اس میں بعدی مذکور نہیں، نسائی اور مسند امام احمد نے بھی اس کو ذکر کیا ہے بلاشبہ یہ حدیث صحیح ہے شیعہ اس کو حدیث متواتر کہتے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امامت بلافصل کیلئے دلیل اور حجت قرار دیتے ہیں، لیکن شیخ محقق رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ حدیث

متواتر نہیں اور اہل حفظ واتقان جنہوں نے طلب حدیث میں بلاد وامصار کا چپہ چپہ چھان مارا اس کو روایت نہیں کیا جیسا کہ امام بخاری امام مسلم نے بھی اس کو روایت نہیں کیا شیخ محقق نے حدیث کا معنی تحریر فرمایا کہ: ''علی از من است و من از علی کنایہ است از کمال اتحاد واتصال واخلاص ویگانگی''، یعنی علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں سے اشارہ اس طرف ہے ہم میں کمال درجے کا اتحاد، اتصال، اخلاص اور یک جہتی ہے پھر فرمایا، وعلی ولی ہر مسلمان، ودوست ومحبّ وناصر اوست ،یعنی علی (رضی اللہ عنہ) ہر مسلمان کا ولی، دوست، محبّ اور مددگار ہے،، (اشعۃ اللمعات: ج:۴: ص:٦٦٥) ثابت ہوا ولی کا معنی دوست، محبّ، اور مددگار ہے امامت (خلافت) بلافصل کے معنی میں نہیں،، شیخ محقق نے فرمایا اس مضمون پر وارد احادیث کا مقصد اور غرض، حث وترغیب وتاکید برمحبت ایشاں است، مومنین کو آپ رضی اللہ عنہ کی محبت پر برانگیخت کرنا اور محبت کی تاکید ہے۔ (ص:٦٦٩) انوار نے یہ حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت باطنیہ بلافصل پر نقل کی ہے اور علامہ سید محمود آلوسی رحمہ اللہ کی تفسیر روح المعانی سے استشہاد کیا ہے لیکن یہ بھی انوار کی کج فہمی اور کم علمی ہے علامہ رحمہ اللہ نے فرمایا: صوفیاء کے نزدیک یہ خلافت باطنیہ ہے جو امداد روحانی ارشاد وتربیت کا نام ہے خلافت ظاہر یہ نہیں لیکن اس خلافت باطنیہ کی ترتیب وہی ہے جو اہل سنت کے نزدیک مقرر ہے فرمایا: ''فانها تلك عند هم على الترتيب الذى وقع كما هو مذهب اهل السنة''

خلافت ظاہریہ اور باطنیہ کا محل

خلافت ظاہریہ اور خلافت باطنیہ کی مثال میں فرمایا: ''فالفرق عند هم بين الخلافتين كالفرق بين القشر واللب'' صوفیاء کے نزدیک خلافت ظاہریہ اور خلافت باطنیہ کا تعلق اور اتصال چھلکے اور مغز جیسا ہے یعنی جس طرح چھلکے اور مغز کے درمیان اتحاد اور اتصال کا گہرا تعلق ہے اسی طرح خلافت ظاہریہ اور خلافت باطنیہ کے درمیان اتحادی اور اتصالی رشتہ لازم ملزوم اور

لاینفک ہے جہاں خلافت ظاہر یہ ہے وہاں خلافت باطنیہ بطور لازم موجود اور متحقق ہے پھر فرمایا کہ ہر خلافت ظاہر یہ کے ساتھ، خلافت باطنیہ کا اجتماع اور تحقق موجود ہے اصل عبارت ملاحظہ ہو ”وقد تجتمع مع الخلافة الظاهرية“ جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو خلافت باطنیہ کب ملی؟ فرمایا ”كما اجتمعت فی علی علیه السلام ایام امارته“ جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور امارت میں خلافت ظاہریہ اور خلافت باطنیہ کا اجتماع ہوا تھا، معلوم ہوا جناب حیدر کرار رضی اللہ عنہ باطنی خلیفہ ہیں مگر صرف اپنے دور خلافت میں رسول اللہ ﷺ کے انتقال کے بعد خلیفہ ظاہر یہ جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں لہذا باطنی خلیفہ بھی اس وقت آپ ہی تھے ،،علامہ آلوسی رحمہ اللہ کی عبارت مندرجہ۔ص: ۱۶۰،کو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بلافصل خلافت باطنیہ پر بطور استشہاد نقل کرنا، پیش کرنا غلط ہے،، ”فافہم“

ملا علی قاری کی عبارت سے کج فہمی

انوار ٹنے ،،ص: ۹۶، پر ایک عبارت تحریر کی ،اور ،ص: ۹۷، پر یہ قرار داد صادر کی کہ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے آخری فیصلہ دیا ہے کہ اس مسئلہ میں غور وفکر اور بحث وگفتگو سے پرہیز کرنی چاہیے،،

اعلاماً کہا جائے گا کہ ملا علی قاری کے بارے میں خاموشی اور پرہیز کو منسوب کرنا غلط ہے کیونکہ درج ذیل عبارات ان کی اپنی تصریحات ہیں جو اس موقف کو رد کرتی ہیں:

(۱) والصحيح ماعليه جمهور اهل السنة وهو الظاهر من قول ابی حنیفة علی مارتبه هنا وفق مراتب الخلافة “(شرح فقہ اکبر،،ص: ۷۵) صحیح مذہب وہی ہے جس پر جمہور اہل سنت وجماعت گامزن ہیں اور وہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول سے واضح ہے کیونکہ آپ نے فقہ اکبر میں ترتیب افضلیت کو ترتیب خلافت پر مرتب فرمایا ہے، ملا علی قاری نے عقیدہ کو صحیح تر قرار دیا ہے اور ساتھ ہی یہ فرمایا کہ سیدنا امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا بھی یہی عقیدہ ہے، (۲) پھر فرمایا: ”من علامات السنة والجماعة تفضيل الشيخين ومحبة الختانين

"(ایضاً)

سنیت کی علامت (اہل سنت و جماعت سے ہونے کی نشانی)، ابوبکر و عمر کو سب صحابہ سے افضل ماننا، حضرت عثمان و حضرت علی رضی اللہ عنہم سے محبت کرنا، یہاں بھی اہل سنت و جماعت میں سے ہونے کیلئے تفضیل شیخین کو شرط قرار دیا ہے۔"

(۳) تفضیل علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے قائلین کو اہل سنت و جماعت سے خارج فرمایا ہے: "ولا یخفی ان تقدیم علی علی الشیخین مخالف لمذهب اهل السنة علی ماعلیه جمیع اهل السلف "(ص:۷۶)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو شیخین سے افضل قرار دینا مذہب اہل سنت و جماعت کے خلاف ہے کیونکہ تفضیل شیخین پر تمام اسلاف کا اجماع ہے۔"

(۴) پھر فرمایا: والذی اعتقده وفی دین الله اعتمده ان تفضیل ابی بکر قطعی" (ایضاً)

وہ امر جس پر میرا عقیدہ ہے اور اللہ کے دین میں جو میرے لئے قابل اعتماد ہے وہ یہ ہے کہ بے شک ابوبکر صدیق کی افضلیت قطعی ہے۔

(۵) پھر نقل فرمایا: "ان ترتیب الخلفاء الراشدین فی الفضیلة کترتیبهم فی الخلافة الا لابی بکر وعمر رضی الله عنهمامزیة "(ص:۸۲)

خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی ترتیب افضلیت ترتیب خلافت کی طرح ہے لیکن اس کے علاوہ بھی ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی ذاتی انفرادی خوبیاں ہیں۔

(۶) ابو منصور البغدادی رحمہ اللہ کا قول نقل فرمایا: "اجمع اهل السنة والجماعة علی ان افضل الصحابة ابوبکر ،فعمر ،رعثمان ،فعلی "(ص:۱۴۲)

اہل سنت و جماعت کا اس امر پر اجماع ہے کہ تمام صحابہ میں افضل ابوبکر صدیق ہیں، اور پھر عمر

ہیں اوران کے بعد عثمان ہیں اوران کے بعد علی المرتضٰی رضی اللہ عنہم، تسلیم کرنا ہوگا کہ انوار نے ملا علی قاری رحمہ اللہ کا دربارۂ افضلیت جو قول نقل کیا ہے وہ جعلی، فرضی ہے بالفرض اگر وصف اصلیت اور درجہ ٔ صحت سے متصف ہوتو پھر بھی مرجوح ہے کیونکہ اس کے مقابل اقوال بالغہ صریحہ بطور معارضہ موجود ہیں،،،فافہم،،

لیکن یہ امراپنی جگہ باعث تعجب ہے کہ جمہوری عقیدہ رکھنے کے باوجود، نہایت ہی رکیک، ضعیف، اور بے سروپا دلائل سے معارضہ، مناقضہ، اور مقابلہ کرنیکی معذوری اور مجبوری کیا ہے؟ اتباع جمہور کا دعوی کرنے کے باوجود اس کی نفی اور انکار پر اتنا زور کس بناء پر؟

اعلیٰ حضرت اور خلافت باطنیہ

انوار نے لکھا کہ: اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ اور خلافت باطنیہ۔ (ص:۱۶۲)

اس سے تاثر دیا کہ اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ خلافت باطنیہ کا عقیدہ رکھتے ہیں اور آگے مطلع القمرین تبصرہ سابعہ میں سے کلام اعلیٰ حضرت بھی نقل کیا ہے انوار نے خود بھی دھوکہ کھایا اور دوسروں کو بھی دھوکہ دینے کی سعیٔ بے سود کی ہے، بلکہ امانت، دیانت کا گلا کاٹ کر جہالت کا مظاہرہ کیا ہے، تبصرہ سابعہ کی ابتداء ان الفاظ سے ہوتی ہے،، تکمیل وارشاد باطنی کا سہرا اسی توشہ بزم عرفان کے سر، الخ (ص:۱۶۳) مطلع القمرین کے یہ الفاظ جب انوار نے خود نقل کئے ہیں تو ان سے خلافت باطنیہ کا قول کرنا کیسے درست ہے؟ تکمیل وارشاد باطنی کا مفہوم روحانی اور باطنی تعلیم وتربیت ہے اس لفظ کا معنی باطنی خلافت ہے؟ اس سے مراد روحانی وعرفانی مدارج کی تکمیل وعرفان ہے، یہ مفہوم خلافت باطنیہ کا نہیں اگر یہی مراد ہوتو آپ کی شہادت کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو خلیفہ کیوں چنا گیا؟ اگر آپ رضی اللہ عنہ اس وقت بھی باطنی خلیفہ تھے تو مفسر آلوسی رحمہ اللہ کی اس عبارت کا کیا جواب ہے؟

جو انوار نے خلافت ظاہریہ اور باطنیہ کے عنوان، لزوم اور اتصال کی تفسیر میں، ص:۱۵۹، اور

ص ١٦٠، پر نقل کی ہے ،، اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ نے خلافت ظاہر یہ تو فقط حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت حسن المجتبیٰ رضی اللہ عنہما کیلئے تسلیم کی ہے علامہ آلوسی علیہ الرحمہ کی منقولہ عبارت کے مطابق حیدر کرار رضی اللہ عنہ صرف اپنے دور میں خلیفہ ء باطن تھے ان کے بعد حضرت حسن المجتبیٰ رضی اللہ عنہ تھے اور سب کے آخر میں امام مہدی ہونگے ،،

اے چشم شعلہ بار ذرا دیکھ تو سہی   یہ گھر جو جل رہا ہے کہیں تیرا گھر نہ ہو

پھر: انوار نے ،ص: ۱۵۸، پر جو عبارت نقل کی ہے اس کے یہ الفاظ قابل غور اور توجہ طلب ہیں :ومن هذا كانت سلاسل اهل الله عزوجل منتهية اليه ،الا ماهو اعز من بيض الانوق فانه تنتهيي الى الصديق رضى الله عنه كسلسلة ساداتنا النقشبندية نفعنا الله تعالیٰ يعلومهم واسرارهم مع هذا ترد عليه كرم الله وجهه " یہ عبارت اس امر پر وضاحت اور صراحت ہے کہ باطنی علوم واسرار کے معلم سیدنا علی کرم اللہ وجہہ ہیں ،طریقہ نقشبندیہ اور مشائخ نقشبندیہ کے اکتساب روحانیت کی نسبت جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تک پہنچتی ہے اس سلسلہ عالیہ کے آپ ہی مورث اعلیٰ ہیں اور یہ سلسلہ نقشبندیہ سب سے افضل اور معزز ہے کیونکہ اس کے مورث اعلیٰ افضل البشر بعد الانبیاء جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں لیکن یہ سلسلہ بھی جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی تعلیمات اور توجہ روحانی سے مستفیض ہے، یہ عبارت انوار کے موقف کی تردید اور نقیض ہے انوار کا موقف یہ ہے آپ رضی اللہ عنہ خلیفہ باطن ہیں جبکہ یہ عبارت بتا رہی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ اہل اللہ کیلئے تکمیل وارشاد باطنی کا فیضان فرماتے ہیں اس عبارت کو خلافت باطنیہ کے ثبوت تائید اور توثیق پر پیش کرنا غلط ہے بلکہ کوتاہ علمی اور کج فہمی ہے۔ ''فافہم''

الریاض النضرۃ اور عمدۃ التحقیق

انوار نے لکھا کہ الریاض النظرہ عمدۃ التحقیق کی مرغوب کتاب ہے،

اعلاماً کہا جائے گا کہ: الریاض النظرہ عمدۃ التحقیق کیلئے توجہ کا باعث بنی اس لئے کہ زبدۃ میں اس سے متعدد جگہ استفادہ کیا گیا ہے مناسب یہی تھا کہ اسی کتاب سے زبدۃ کے معارض اور مناقض مواد پیش کیا جائے بحمد اللہ مناسبت اور ضرورت کے تحت اس سے بھرپور استفادہ کیا گیا اور اسی کتاب سے زبدۃ کو اینٹ کا جواب پتھر سے دیا گیا ہے، صداقت وحقانیت کی کسوٹی پر پورا اترنے والا مواد عمدۃ التحقیق کیلئے مرغوب ہے کیونکہ وہ عقیدہ اہل سنت کا ترجمان اور نشان ہے لیکن بایں ہمہ اگر انوار نے اپنے گھر کی خبر لی ہوتی تو وہ یہ طعنہ نہ دیتے ،، نعرۂ حیدری میں مذکور ہے: اہل سنت کی نامی کتاب ہے اس کتاب کو آپ چیلنج کرنے کی پوزیشن مین نہیں ہیں کہ یہ اہل سنت کی کتاب نہیں ہے اس کتاب کے حوالہ جات علمائے بریلی شریف، علمائے دیوبند، اور علمائے اہل حدیث نے بھی دیئے ہیں،، (ص:۱۵)

انوار نے الریاض النضرۃ کی مرغوبیت کا طعنہ دیکر جس بات کو منوانے کی حیلہ گری اور سعیٔ فاسد کی ہے وہ قابل تسلیم نہیں کیونکہ اس کی توثیق اور تصدیق کسی دوسری کتاب سے میسر نہیں، انوار نے عنوان قائم کیا (میں اور علی ایک نور سے: ص:۱۶۵)

میں اور علی ایک نور سے ہیں اس کی تحقیق

اعلاماً کہا جائے گا کہ محب الدین نے بدوں تحقیق وتجزیہ جس کے فضائل میں جو ملا وہ نقل کر دیا تنقیدی اور تجزیاتی عمل بعد میں آنے والوں پر چھوڑ دیا،،، ثانیاً: یہ حدیث موضوع ہے، امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے فرمایا:

"وضعه جعفر كان رافضياً وضاعاً، اللآلی المصنوعه فی احادیث الموضوعة"

(جلداول، ص:۱۶۶، مناقب خلفائے اربعہ، بحوالہ میزان الکتب، ص:۴۹۴)

جعفر نامی رافضی نے اس حدیث کو وضع کیا (گھڑا) وہ بہت زیادہ احادیث کو گھڑنے والا تھا یعنی جعفر نامی ایک رافضی کا یہ وضعی قول ہے حدیث نہیں، معلوم ہوتا ہے کہ اس جعلی، فرضی اور وضعی روایت سے اس نے حدیث قدسی سے معارضہ کیا ہے، جس میں اللہ رب العزۃ نے ابوبکر کی آواز میں آپ ﷺ کو تسلی دی کہ گھبراؤ نہیں اصل عبارت جو شیخ محقق رحمہ اللہ نے نقل فرمائی ہے وہ ملاحظہ فرمائیے: ''ہمچنیں تو اے محمد خواستم کہ انس گری باآواز یار خود کہ پیدا کردہ شدہ تو دوے از یک طینت ووے انیس تست در دنیا وآخرت پس پیدا کردم فرشتہ برصورت وے کہ ندا کند ترا،، الخ،،

(مدارج النبوت۔ ج۔ا۔ ص۔۱۶۸،۱۶۹)

ترجمہ: جس طرح میں نے موسیٰ علیہ السلام کو مانوس کرنے کیلئے ماتلک بیمینک یا موسیٰ سے مخاطب کیا تھا اسی طرح اے محبوب تجھے مانوس کرنے کیلئے ابوبکر کی آواز میں تجھے قف یا محمد فان ربک یصلی سے مخاطب کیا ہے، اس مقام پر تیرے دل سے ہیبت دور کرنے کیلئے ابوبکر کی صورت اور آواز پر ایک فرشتہ پیدا کر رکھا ہے جس نے تجھے ندا کی ہے تجھے اور ابوبکر کو میں نے ایک ہی طینت (خمیر) سے پیدا کر رکھا ہے وہ دنیا اور آخرت میں تیرا مونس ہے ناقل کو نقل سے پہلے یہ ضرور سوچنا چاہیے کہ امر منقول کی ثبوتی اور استنادی صورت کیسی ہے؟ مولفین میں نام لکھوانے سے قبل ہزار بار سند وثبوت کا جائزہ لینا چاہیے، فافہم'' رافضی نے اس کی اختراع حدیث جابر کی طرز پر کی ہے یہ حدیث موضوع ہے قابل حجت نہیں جیسا کہ امام سیوطی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے،، انوار نے لکھا کہ، زبدۃ التحقیق میں حضور مفکر اسلام نے بار، بار اس بات کو دہرایا ہے کہ جمہور اہل سنت کے نزدیک حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ افضل ہیں اور ہم اسی نقطہء نظر کے قائل ہیں''

(ص:۱۶۸)

زبدہ کا اعتقادی تضاد

اعلاماً کہا جائے گا کہ زبدۃ میں بالفاظ صریحہ کہا گیا ہے کہ جمہور کوئی قانون ساز ادارہ نہیں قانون ساز ادارے برائے پارلیمانی امور، قومی اسمبلی، اور سینٹ ہیں،

☆ اگر زبدۃ کا عقیدہ جمہور والا ہے تو افضلیت ظنیہ ثابت کرنے کیلئے اوراق کے اوراق کیوں کالے کئے گئے؟ روایات احادہ، شاذہ مرجوحہ، ضعیفہ سے اجماع کی قطعی حیثیت اور قطعی حکم کو انکار وتردید سے نشانہ کیوں بنایا گیا؟ (۱۹۶)

☆ اگر زبدۃ کا اعلان اور وہ بھی بہ تکرار عقیدۂ جمہور یعنی افضلیت قطعیہ ہے تو پھر آخرالامر افضلیت ظنیہ کا بھی انکار کیوں کیا گیا؟ کیا جمہور عقیدۂ ظنی کے بھی قائل نہیں، اعتقاد ان لڑکھڑاتی، متضاد، اور لرزتی آراء کا مجسمہ کیوں؟

☆ اگر زبدۃ کا عقیدہ جمہور والا ہے تو حضرت علی اور حضرت ابوبکر میں در مسئلہ افضلیت اختلاف کیوں کیا گیا؟ ابن عبدالبر کی روایت شاذہ جو جمہور کے نزدیک مردود بے اصل اور غیر مقبول ہے اس سے حضرت ابوبکر صدیق پر افضلیت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کی بنیاد کیوں رکھی گئی؟ اگر انوار بھی اس کا اتباع کرتی تو، ص:۱۱۴، ۱۱۵ پر اتنی سیاہی کیوں بکھیرتی؟ ''فافہم''

تفضیلی سید قابل تعظیم نہیں

انوار نے لکھا کہ: امام اہل سنت مجدد دین وملت الشاہ احمد رضا خان رحمہ اللہ سید کی تعظیم وتوقیر کے متعلق ارشاد فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں سید تفضیلی ہو تب بھی اس کی تکریم اور احترام لازمی اور ضروری ہے،، (ص:۱۰۲)

اعلاماً کہا جائے گا کہ: انوار کے مدعی، ظلمات میں بیٹھ کر نابیناؤں کی باتیں کرتے اور بتاتے ہیں اگر انواری، ص:۱۰۲ کو ہی دیکھ لیتے تو اتنا بڑا جھوٹ نہ لکھتے،، ملاحظہ ہو، فرمایا بلکہ اسکے مذہب

میں بھی قلیل فرق ہو کہ حد کفر تک نہ پہنچے جیسے تفضیل تو اس حالت میں بھی اس کی تعظیم سیادت نہ کی جائے گی،، کیونکہ وہ بدعتی ہے اور بدعتی لائق تعظیم نہیں اس مسئلہ کی وضاحت امام اہل سنت احمد رضا خان بریلوی رحمہ اللہ نے مطلع القمرین، ص:۶۵، اور فتاوی رضویہ، ج،۱۴، ص:۲۹۴، پر کی ہے

انواری ٹولے کا ترکیب نحوی پر تشویش

،انوار نے عمدۃ التحقیق کی ترکیب نحوی پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے لکھا کہ اس کی مبتداء خبر کو سمجھنے سے قاصر ہیں،،:ص:۱۲۷،

اعلاماً کہا جائے گا کہ ترکیب نحوی جاننے سے قبل علم نحو کے معانی، تعریف کا جاننا ضروری ہے ترکیب اصطلاحی مستعمل کا علم ضروری ہے ترکیب سے قبل امتیاز کلمات ثلثہ بصورت خاصہ جاننا بھی ضروری ہے اور یہ جاننا بھی لازمی ہے کہ بنیادی طور پر ترکیب دو قسم ہے لفظی اور ترکیب معنوی ،یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ ان کی پھر دو، دو قسم ہیں، ترکیب صعودی اور ترکیب نزولی، اور یہ جاننا بھی لازمی ہے کہ ترکیب صعودی کا محل اور موصوف کیا ہے؟ اور ترکیب نزولی کس کی صفت ہے ؟ ترکیب صعودی اصل یا ترکیب نزولی؟ اور پھر مقصود بالذات ترکیب صعودی ہے یا نزولی؟ یا دونوں؟ مبتداء خبر کا علم ویسے نہیں ہو جاتا،، اگر شرح مائۃ عامل سے گزر بھی ہو جاتا تو یہ تشویش ہوتی نہ تلاش مبتداء و خبر،،، فافھم،

بانیان انوار نے خلاصہء کلام کے تحت لکھا: خلاصہء عبارت یہ ہے کہ مسلمانوں کے مختلف گروہوں کے درمیان مسئلہ تفضیل میں اختلاف اس بات کی روشن اور کھلی دلیل ہے کہ مسئلہ افضلیت قطعی نہیں ہے الخ،، (ص:۹۷)

اقول یہ غلط اور ابطل الاباطیل ہے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس مسئلہ پر علمی، فنی بحث کر کے اس

عقیدے کے بطلان کو واضح کیا جائے سب سے پہلا مسئلہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے گروہ سے کیا مراد ہے؟ صحابہ اور تابعین کا گروہ مراد ہو تو باطل ہے اس لئے کہ افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر تمام صحابہ اور تابعین کا اجماع ہے، قرن اول سے لے کر آج تک جمہور اہل سنت کا اس اجماع صحابہ و تابعین پر اجماع چلا آ رہا ہے اہل تشیع کے علاوہ کوئی سنی اس کا منکر نہیں،

۲: یہ عقیدہ اس لئے بھی باطل ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے مروی احادیث لفظاً مرفوع اور معناً متواتر افضلیت ابو بکر صدیق بلکہ خلفائے ثلثہ کی افضلیت پر دلائل قطعیہ کے طور پر موجود ہیں ان کی موجودگی کے ہوتے ہوئے قول اختلاف باطل ہے خود انوار نے تسلیم کیا کہ: اس پر تمام امت کا اجماع ہے کہ حضرت علی حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے بعد سب سے افضل ہیں،، (ص:۱۴۴)

پھر درست تسلیم کر کے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث کو قابل تاویل قرار دیا ہے،، واتفق العلماء علی تاویل کلام ابن عمر'' ص:۱۴۵، لہٰذا اس حدیث کو شاذ اور وہم کہنا باطل ہے جیسا کہ زبدۃ میں کہا گیا ہے،

۳: پہلی صدی ہجری سے لے کر پندرہویں صدی ہجری تک جمہور اہل سنت کا ایمان اور تصدیق ،اس بات کا ثبوت ہے کہ افضلیت ابو بکر صدیق اہل سنت بلکہ صحابہ کے درمیان امر مسلم ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں،،

۴: اگر مسلمانوں کے گروہوں سے مراد، صحابہ اور تابعین کا گروہ ہے تو ان کی نامزدگی ضروری ہے کہ فلاں ،فلاں صحابہ کا گروہ افضلیت ابو بکر صدیق کا قائل نہ تھا،، تفضیلیہ آج تک ایسا نہیں کر سکے اور نہ قیامت تک کر سکیں گے،،

۵: صحابہ کرام کو مراد لینا اس لئے بھی غلط ہے کہ اگر اس مسئلہ میں صحابہ متفق الرائے نہ ہوتے تو اجماع ہرگز نہ ہوتا اجماع کا ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ صحابہ کرام بوقت بیعت افضلیت ابو بکر

صدیق پر متحد اور متفق تھے ان میں اختلاف نام کی کوئی چیز نہ تھی ورنہ حضرت عمر اور حضرت ابوعبیدہ ابن الجراح رضی اللہ عنہما نے جب انت سیدنا وافضلنا کہا تو سقیفہ بنی ساعدہ میں موجود انصار ومہاجرین ضرور اختلاف کرتے، تمام صحابہ نے سن کر تائید کی اور بیعت واقع ہوگئی یہ اجماع صحابہ ہے جو دلیل قطعی ہے،،

۶: اگر مسلمانوں کے گروہوں سے مراد صحابہ اور تابعین ہوں تو ان کو نامزد کرنا مقام استدلال میں ضروری ہے مقام استدلال میں ثبوت دعوی کیلئے دلیل، اور ثبوت کو ذکر نہ کرنا ابطال دعوی کو مستلزم ہے، صحابہ کو ثبوت اختلاف میں نامزد نہ کرنا بطلان دعوی کو مستلزم ہے،،

۷: اگر مسلمانوں کے گروہوں سے مراد صحابہ ہی ہوں تو ان کا اختلاف تین حال سے خالی نہیں (۱) اجماع صحابہ سے پہلے ہے (۲) یا اجماع صحابہ کے بعد (۳) یا بوقت بیعت، اگر اجماع سے پہلے تھا تو اجماع اس کیلئے ناسخ ہے اگر اجماع صحابہ کے بعد ہوا تو اجماع کے منسوخ کرنے کیلئے نص قطعی قرآنی کی ضرورت ہے حجۃ الوداع کے بعد نص قرآنی کا نزول وورود محال شرعی ہے اور اگر بوقت بیعت صحابہ گروہ بند ہوئے اور پھر اختلاف کیا تو کوئی روایت خواہ ضعیف ہی ہو بطور ثبوت پیش ہونی ضروری تھی مگر وقت اجماع سے لے کر آج تک تفضیلیہ پیش نہیں کر سکے اور نہ ہی صبح قیامت تک پیش کرنے کی ہمت اور توفیق ہوگی، جو کچھ پیش کرتے ہیں یہ اجماع صحابہ کے بعد کے کردار ہیں جو اخبار احادہ ہو کر مفید ظنیات ہیں اجماع کی قوت قطعیت کے مقابل ان کی کوئی حیثیت نہیں، اجماع کے عدم اور نقض کیلئے سقیفہ بنی ساعدہ سے شہادت کا ملنا اور پایا جانا ضروری ہے اگر تھی تو آج تک کیوں پیش نہیں ہوئی، سقیفہ بنی ساعدہ کے کسی گواہ سے اختلاف افضلیت پر شہادت کا نہ ملنا نہ پایا جانا اس بات کی دلیل ہے اختلاف کا قول کرنا اکذب الاکاذیب ہے'

(۸) اگر صحابہ میں اختلاف ہوتا تو جناب حیدر کرار رضی اللہ عنہ کو نظر انداز کر کے جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیعت پر اتفاق کیوں ہوتا؟ اور خود حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ بیعت

واطاعت کیوں کرتے؟

(۹) اوقات اختلاف کو تین حالتوں میں لاکر، بطلان اختلاف کو ثابت کر چکے ہیں، پھر بھی اگر فریق مخالف اپنے بطلان موقف پر قائم ہے تو وہ بتائے کہ صحابہ کا کون سا گروہ افضلیت ابوبکر صدیق کا منکر تھا، حضرت عبداللہ بن عمر، اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے مروی احادیث کے الفاظ: ''کنا فی زمن النبی ﷺ لانعدل بابی بکر احدًا الحدیث'' بصیغہء جمع اور بطور ماضی استمراری واقع ہوئے ہیں، جو صحابہ کرام میں اختلاف کے عدم اور نفی پر دلالت کرتے ہیں، ان الفاظ کا وجود اور صدور رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ میں پایا گیا ہے لہٰذا تائید نبوی کی بدولت یہ الفاظ دلیل مرفوع، متواتر ہو کر عدم اختلاف پر قطعی الدلالۃ ہیں،

(۱۰) جمہور ترتیب خلافت پر عقیدۂ افضلیت پر کاربند ہیں، ترتیب خلافت بھی دلیل قطعی ہے کہ صحابہ کرام مسئلہ افضلیت میں متحد تھے، اگر اختلاف کرتے تو ترتیب خلافت یوں نہ ہوتی، اگر اختلاف ہوتا تو اپنے اپنے اوقات میں خلفائے اربعہ بدون جنگ وقتال منصب خلافت پر تشریف فرما نہ ہوتے،، فافہم''

(۱۱) جب صحابہ کے ادوار پر انوار میں اختلاف نہ تھا تو ماننا پڑے گا کہ یہ اختلاف بعد کی پیداوار ہے جو چوتھی صدی ہجری میں ابن عبدالبر کے زبان وقلم سے ایجاد ہوا، اور ایک شاذہ مردودہ روایت کا چکمہ دیکر نور علم سے محروم لوگوں کو اجماع کے خلاف لاکھڑا کیا، جنہوں نے اس شخص کی وضع علمی چوکھٹ پر نظری بصارت اور اعتقادی بصیرت کو قربان کر دیا ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ ابن عبدالبر سے پہلے کسی دور میں افضلیت ابوبکر پر بحث ومناظرہ یا اختلاف وانکار ہوا ہے تو اس کا مدلل ثبوت پیش کیا جائے؟ دنیائے علم میں یہ کس صاحب علم کا اصول ہے کہ اخبار احادہ شاذہ مفیدہ ظنیات سے اجماع کی قوت قطعیہ کو سلب کر کے نفس اجماع پر خط تنسیخ کھینچ دیا جائے،،

(۱۲) افضلیت قطعیہ کا مبنی قرآن وحدیث اور اجماع امت ہے، زبدہ نے افضلیت ابوبکر پر تقریباً

بارہ نصوص قرآنیہ ذکر کی ہیں اور احادیث بھی، جب افضلیت قطعیہ پر دلائل قطعیہ موجود ہیں تو قطعیت کا انکار دلائل قطعیہ کا انکار ہے جب افضلیت کے وجود کے موقعہ پر اختلاف نہیں ،افضلیت قطعیہ پر شریعت مطہرہ کی ادلہ ثلثہ موجود اور دال ہیں تو انکار چہ معنی دارد؟

(۱۳) بالفرض اگر اختلاف تھا تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیعت کیوں کی؟ اطاعت برداری کے ہمراہ ان کی اقتداء میں نمازیں پڑھیں یہ اعمال وافعال کس کھاتے میں جائیں گے، شریعت کا مسلمہ اصول ہے کہ مستقل امام سب سے افضل ہونا چاہیے،

(۱۴) اگر بالفرض یہ تسلیم کرلیا جائے کہ جناب ابوبکر صدیق سے جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما افضل تھے، تو جب جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیعت کرلی تو جناب صدیق اکبر افضل ہوئے اور قانون یہ ہے کہ افضل کا افضل افضل ہوتا ہے پھر بھی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بیعت اور اطاعت نے افضلیت ابوبکر صدیق کو افضل ثابت کیا ہے،،

(۱۵) بانیان انوار کی علمی سفید پوشی کو دیکھ کر ہنسی بھی آتی ہے اور ترس بھی، انوار نے لکھا کہ افضلیت قطعی نہیں کیونکہ اس میں اختلاف ہے، ادنی علم رکھنے والا بھی جانتا ہے کہ ظنی اور قطعی از قبیل احکام ہیں، احکام کے موجد دلائل ہیں، حکم قطعی دلیل قطعی کا اثر مرتب اور نتیجہ ہے لوگوں کا اختلاف دلیل قطعی نہیں، دلائل قطعیہ، قرآن، حدیث اور اجماع امت ہیں، افضلیت قطعیہ کے سلب اور نفی کیلئے قرآن، حدیث، اور اجماع میں سے کوئی دلیل معارض ہونی چاہیے، ادلہ ثلثہ کی جگہ اختلاف گروہ سے فضیلت قطعیہ کے عدم وسلب پر استدلال کرنا جہالت ہے،،

(۱۶) اگر اختلاف گروہی سے مراد یہ ہو کہ چونکہ گروہ بندی کی وجہ سے اجماع نہیں ہو سکا اس لئے افضلیت قطعیہ نہیں بلکہ ظنی ہے اور ظنی بھی نہیں یہ توجیہ اور طرز استدلال بھی باطل ہے کیونکہ: عدم

اجماع، اور نقض اجماع کیلئے بطور انکار و تردید قول انکار کا نصاً آنا ضروری ہے نور الانوار میں ہے
:"فی حین انعقاد الاجماع لو خالف واحد کان خلافه معتبرا و لا ینعقد الاجماع" (ص:۲۲۱)

اختلاف کی کہانی چوتھی صدی ہجری کی پیداوار ہے اس کی کوئی حیثیت نہیں وجہ یہ کہ (۱) اجماع اور اختلاف کے درمیان ساڑھے تین سو سال کا وقفہ ہے جبکہ انکار بروقت اور بر موقعہ موثر ہے ،قطعیت کی نفی، عدم اجماع پر موقوف ہے، عدم اجماع بر موقعہ اور بوقت انعقاد، اجماع قول مخالف کے وجود اور صدور پر موقوف ہے، جب بوقت انعقاد اجماع سقیفہ بنی ساعدہ میں کوئی قول مخالف سامنے ہی نہیں آیا تو اجماع منعقد ہو گیا، جب اجماع منعقد ہو گیا تو افضلیت قطعیہ ثابت ہو گئی ،اختلاف کا بہانہ اور مفروضہ تراش کر افضلیت قطعیہ کا انکار کرنا باطل ہے کیا بانیان انوار اور محققین تحقیق یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں بوقت انعقاد اجماع فلاں، فلاں صحابی نے افضلیت ابوبکر کا انکار اور اس میں اختلاف کیا تھا، جب ایسا کوئی قول مخالف بیعت کے وقت سامنے ہی نہیں آیا تو اجماع نہ ہونے کا قول کس دلیل پر؟

(۱۷) افضلیت کیلئے جس افرادی قوت کی ضرورت ہے اس کا اہل حل وعقد ہونا ضروری ہے اہل حل وعقد عشرہ مبشرہ اور بدری اور بیعت رضوان والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں، سقیفہ بنی ساعدہ میں ان فضائل کے حامل تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موجود تھے، جب انہوں نے بیعت کر لی تو افضلیت ثابت ہو گئی،،

(۱۸) ابن عبد البر نے جن بیس صحابہ کرام کا ذکر کیا ہے ان کی تین صورتیں ہیں (۱) ان کا اختلاف انعقاد اجماع سے پہلے تھا، (۲) یا اجماع کے بعد (۳) یا اجماع کے وقت اگر اختلاف سے قبل ہو تو اجماع اس کیلئے ناسخ ہے، اجماع کے بعد ہوا تو باطل ہے اختلاف کے قابل اعتقاد اور لائق عمل ہونے کیلئے ضروری ہے کہ نص قرآنی اس کی تائید کرے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے انتقال

کے بعد اجماع ہوا ہے، انتقال کے بعد نزول وحی کا سلسلہ بھی منقطع ہوا، لہٰذا اجماع کے نسخ پر نص قرآنی کا وجود نہیں پایا گیا تو اجماع کا حکم قطعیت ثابت رہا، پھر بھی اجماع موجب قطعیت ہوا،،

(۱۹) اگر یہ بیس صحابہ کرام بوقت بیعت سقیفہ بنی ساعدہ میں موجود تھے تو پھر دو صورتیں ہیں

(ا) انکار کیا تھا یا سکوت کیا تھا، اگر انکار کیا تھا تو اس کا ثبوت کیا ہے؟ اگر سکوت کیا تھا یعنی نہ انکار اور نہ تائید تو پھر بھی اجماع منعقد ہو گیا، یہ اجماع سکوتی ہے نور الانوار میں ہے:

"ای یتفق بعضهم علی قول اوفعل وسکت الباقون منهم ولا یردون علیهم بعد مضی مدة التامل وهی ثلثة ایام اومجلس العلم ویسمی هذا اجماعا سکوتیا وهو مقبول عند نا" اجماع سکوتی احناف کے نزدیک حجت ہے یعنی علم ہونے پر مجلس علم میں سکوت کیا تو انکار و تردید کیلئے تین دن کی مدت مختص ہے یعنی تین دن کے بعد انکار کیا تو غیر موثر ہو گا، اگر ان اصحاب نے بوقت بیعت سکوت کیا جو تین دن تک جاری رہا تو اجماع سکوتی منعقد ہو کر دلیل و حجت قرار پایا،، اور اگر تین دن کے بعد انکار کیا تو غیر معتبر ہے نافیء اجماع نہیں،،

ان بیس صحابہ کرامؓ کا انکار اور سکوت سقیفہ بنی ساعدہ میں ہوا اور نہ ہی اس کے بعد، جب سکوت و انکار کا ثبوت اور وجود ہی نہیں تو اجماع کی نفی اور انکار کا قول باطل محض ہے اگر نور الانوار ہی پڑھی ہوتی تو بانیان انوار، اور ارباب تحقیق جہالت اور حماقت کے ارتکاب سے بچ جاتے،،

(۲۰) ان بیس صحابہ کرام کا اختلاف بروایت شاذہ مردودہ ساڑھے تین سو سال بعد پیدا ہوا، اجماع اور اس کے حکم قطعیت کیلئے مضر نہیں کیونکہ اجماع کے عدم انعقاد کیلئے مجلس علم، (اجتماع) میں موقعہ پر انکار یا سکوت ضروری ہے☆

ابو طفیل رضی اللہ عنہ کا قول تحقیق کے آئینے میں

انوار نے ابو طفیل صحابی رسول ﷺ کے قول سے اجماع صحابہ سے معارضہ کرنیکی بے سود کوشش کی ہے، ان کے الفاظ یہ ہیں: "ادرکت ثمان سنین عن حیاة النبی ﷺ، قال ابو عمر

كان يعترف بفضل ابى بكر وعمر لكنه يقدم عليا ''(انوار:ص:۱۸۲)

ابوطفیل رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ میں نے سرکار دو عالم ﷺ کی حیات ظاہریہ کے آٹھ سال پائے ،ابوعمر نے کہا ابوطفیل حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر کی فضیلت کے قائل تھے ،لیکن حضرت علی (رضی اللہ عنہم) کو اُن سے افضل سمجھتے تھے ،،

اعلاماً کہا جائے گا کہ یہ معارضہ اجماع کے خلاف زبدۃ میں منقول ہے بفضل اللہ اس کا تحقیقی اور فنی جواب عمدۃ التحقیق جلد دوم میں دیا جا چکا ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حافظہ اور بصارت کے سلب ہو جانے کی دلیل ہے یا بغض صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی کارستانی ہے تاہم جواب دینا ہمارے لئے باعث اعزاز ہے ،،

(۱) ثمان سنین سے کیا مراد ہے؟ عمر آٹھ برس تھی یا دربار رسالتمآب میں آٹھ سال تک حاضری کی سعادت میسر آئی ،عمر آٹھ سال ہو تو یہ صغر سنی کا زمانہ ہے اجماع کے ثبوت اور نفی میں اس عمر کا کوئی عمل دخل نہیں افضلیت کی شرط پر بعد از بحث و تکرار یہ اصحاب حل و عقد کا کام ہے ،سقیفہ بنی ساعدہ میں مہاجرین و انصار کے کبار صحابہ موجود تھے ،جن میں بدری ،اصحاب بیعت رضوان اور عشرہ مبشرہ بھی شریک مجلس تھے ،لہٰذا یہ عمر غیر موثر ہے ،،

(۲) اگر ثمان سنین سے مراد دربار رسالت مآب ﷺ میں حاضری اور عرصہ فیض یابی ہو تو پھر بھی یہ عرصہ کم آموختگی کا ہے جبکہ بوقت اجماع مجتہد اور اعلم صحابہ کی اکثریت ہے پھر بھی یہ مدت غیر موثر اور غیر فعال ہے ،،

(۳) کان یعترف الخ ابوعمر کا مقولہ ہے ابوطفیل رضی اللہ عنہ کا نہیں اس کی دلیل اور اس پر قرینہ لفظیہ قال ابوعمر کا جملہ موجود ہے اس جملے کا قائل ابوعمر ابن عبد البر ہے ابوعمر ابن عبد البر کی کنیت ہے جیسا کہ امام اہل سنت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ نے مطلع القمرین ،ص:۶۹، پر تحریر فرمایا ہے ابن عبد البر کا قول ،قول شخص ہے جو ساڑھے تین سو سال بعد معرض وجود میں آیا ایک شخص کا قول

اجماع قطعی کے مناقض اور منافی ہو، لاحول ولاقوۃ الا باللہ"

(۴) بالفرض اگر بزبان ابن عبدالبر اس کو سچا قرار دیا جائے کہ یہ واقعی ابوالطفیل صحابی رضی اللہ عنہ کا عقیدہ تھا تو علوم وفنون حدیث کی روشنی میں یہ حدیث موقوف ہوگا جیسا کہ کان یعترف الخ، سے عیاں ہے جبکہ اس کے مقابل حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث لفظاً مرفوع اور معناً متواتر ہوکر مفید قطعیت اور ارجح ہوکر دلیل افضلیت ہے اس کے مقابل ابوالطفیل رضی اللہ عنہ کا اعتراف اور قول افضلیت مرجوح اور مفید ظن ہے قابل حجت ہی نہیں،،

(۵) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تاریخ اسلام میں چھٹے مسلمان ہیں، رسول اللہ ﷺ کے صاحب سر، سفر میں رسول اللہ ﷺ کی مسواک مبارک، نعلین مبارک، پانی اور آفتابہ آپ کے پاس ہوتا، بدر، اور دیگر غزوات میں شریک ہوئے، عشرہ مبشرہ میں سے ہیں،، آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "وقد رای اصحاب رسول الله ﷺ جميعا ان يستخلفوا ابابكر رضی الله عنه" (الریاض النضرہ: جز:۱:ص:۲۲۰) رسول اللہ ﷺ کے تمام صحابہ کی اجماعی رائے (اجماع) ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بنانے پر ہوگئی، یعنی تمام صحابہ کا اجماع ہوا کہ ابوبکر صدیق کو خلیفہ بنایا جائے،، لہٰذا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کی حدیث کے مقابل ابوالطفیل رضی اللہ عنہ کا قول اجماع کی نفی میں پیش کرنا غلط ہے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کی حدیث راجح اور ابوالطفیل رضی اللہ عنہ کا عمل، حدیث موقوف ہوکر مرجوح ہے "فافہم"

(۶) اگر بالفرض یہ قول ابوالطفیل رضی اللہ عنہ کا ہو تو بھی یہ اجماع کے مناقض نہیں اس کی چار وجوہات ہیں،

۱: اس میں شیخین رضی اللہ عنہما کی فضیلت کا انکار نہیں بلکہ اعتراف ہے نقض کیلئے انکار ضروری ہے

۲: یہ اختلاف ہے، اختلاف مانع اجماع نہیں، بلکہ خلاف وانکار مانع اجماع ہے

۳: بوقت اجماع اگر کم سن ہیں، ان کے اختلاف کا زمانہ، زمانۂ اجماع سے بعد کا ہے جبکہ اجماع

کے عدم انعقاد کیلئے مجلس اجماع میں انکار کرنا شرط لازم ہے،،

۴: بالفرض تسلیم یہ قول صحابی ہے دوسری کوئی روایت اور سند اس کی موید نہیں لہذا زیادہ سے زیادہ خبر واحد ہے اجماع کے مقابل خبر واحد کو لانا اس پر عمل کرنا اور قابل حجت قرار دینا علوم حدیث سے نابلد ہونے کی دلیل ہے،، ”فافہم“

تعریف دلیل افضلیت نہیں

انوار نے عمدۃ التحقیق کے حوالے سے لکھا کہ ہر شخص اپنے جد کی تعریف کرتا ہے اور بقیہ لوگوں سے افضل قرار دیتا ہے.......... آگے لکھا کہ تمام سادات کرام اور اولاد مولا علی رضی اللہ عنہ کیلئے گنجائش ہے کہ وہ مولا علی کرم اللہ وجہہ کو افضل سمجھیں،، (ص:۱۵۲)

ا: اعلاناً کہا جائے گا کہ اپنے جد امجد کو اگر کوئی بھی سید ہو غیر سید افضل سمجھے تو اس سے جد امجد کا افضل ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ یہ افضلیت ناشیء عن دلیل نہیں بلکہ حبی، نسبی تعلق، اور خون قرابت کی پیداوار ہے جو ادلہ شرعیہ ثلثہ کی تائید اور توثیق سے محروم ہے یہ جذباتیت کا شاخسانہ ہے جو دلیل ہے نہ حجت،،

۲: بانیان انوار و تحقیق کی علمی سفید پوشی پر حیرت ہوتی ہے انہوں نے انوار کے ص:۱۵۱، پر اس رشتہ کی تعریف و توصیف کو دلیل افضلیت نہ ہونے کا نہیں پڑھا؟ اور خود تحریر نہیں کیا؟ جب اس نوع تعریف کا دلیل افضلیت نہ ہونا سینہ قرطاس پر نقش ہے تو کیا یہ کہنا کہ مولا علی رضی اللہ عنہ کو سادات اور ان کی اولاد افضل سمجھے تو جائز ہے یہ جوازیت کہاں سے آ گئی؟

۳: بالفرض اگر جوازیت ثابت ہوتی ہے تو یہ بتانا ضروری ہے کہ جوازیت عرفی لغوی ہے یا شرعی حکمی، حقیقی؟ قول عوام کا امور شرعیہ مین کوئی حصہ ہے نہ دخل، قول عوام حجت ہے نہ لائق استدلال

۴: جو افضلیت مجو شہ عنہا ہے وہ دلائل شرعیہ کی پیداوار اور حکم ہے اس میں تغیر وتبدل، حذف وتکثر دلائل شرعیہ پر موقوف ہے قرآن، حدیث اور اجماع نے جس کو افضل قرار دیا ہے وہی افضل ہوگا ، اگر ان کے برعکس اور ان کے مقابل پوری دنیا کسی کو افضل کہے تو وہ افضل نہ ہوگا وہ سادات ہوں یا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد؟

۵: کیا کوئی مسلمان یہ جرأت کرسکتا ہے کہ قرآن، حدیث اور اجماع کو چھوڑ کر اپنی مرضی اور پسند کے مطابق افضلیت کا فیصلہ دے یا حکم کرے، فیصلہ وہی فیصلہ ہے جس کا ماخذ قرآن وحدیث اور اجماع ہے افضلیت وہی افضلیت ہے جس کی بنیاد یہ ادلہ ثلثہ ہیں، اور عقیدہ وہی عقیدہ ہے جو تقریباً ڈیڑھ ہزار برس سے جمہور کا چلا آرہا ہے اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ شذ فی النار کا مآل اور مصداق ہے،، اعاذ نا للہ منہ،،

خیر البریہ ابوبکر صدیق ہیں

انوار نے امام جلال الدین السیوطی کی تفسیر در منثور، ج:۶: ص:۵۸۹'' سے ابن مردویہ کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے تخریج کردہ حدیث نقل کی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں سب سے مکرم کون لوگ ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا اے عائشہ تو نے ''ان الذین امنوا وعملوا الصلحت اولئك هم خير البريه '' آیہء قرآنیہ کو نہیں پڑھا، ابن عساکر نے جابر بن عبداللہ سے حدیث تخریج کی جس میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خیر البریہ کہا گیا ہے بفضل اللہ اس کا تحقیقی اور تفصیلی جواب عمدۃ التحقیق میں دیا جا چکا ہے تاہم اختصار کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے جواب زیب قرطاس ہے۔

ا: الذین اسم موصول جمع، امنوا، عملوا، صیغہائے جمع، ھم ضمیر برائے جمع ہے ان پانچ اسماء اور افعال کا بصورت جمع آنا فرد واحد مراد لینے کیلئے امور مانعہ ہیں،،

۲: خیر البریہ سے قبل ''ان الذين كفروا من اهل الكتب والمشركين في نار جهنم

خالدین فیھا اولئك ھم شر البریة' وارد ہوا ہے اُس کے مقابل اور بعد ''ان الذین امنوا وعملوا الصلحت اولئك ھم خیر البریہ'' وارد ہوا ہے، یہ تقابل کفار اور مومنین کے درمیان ہے علامہ سید محمود آلوسی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''بیان لمحاسن احوال المومنین اثر بیان سوء حال الکفرة'' یعنی کفار شر البریہ اور مومنین صالحین خیر البریہ ہیں۔

۳: طبرسی امامی شیعی نے مقاتل بن سلیمان کی روایت کے حوالے سے اپنی تفسیر مجمع البیان میں لکھا ہے کہ: ''نزلت فی علی کرم اللہ وجھہ واھل بیتہ وھذا ان سلمت صحتہ لا محذور فیہ ،اذلا یستدعی التخصیص بل الدخول فی العموم وھم بلا شبھة داخلون فیہ دخولا اولیا''

ترجمہ: یہ آیت حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اہل بیت اطہار کے بارے میں نازل ہوئی ہے، علامہ آلوسی اس کو تسلیم نہیں کرتے کیونکہ یہ روایت صحیح نہیں ہے بالفرض اگر صحیح ہو تو بھی یہ تخصیص کیلئے نہیں بلکہ عموم کیلئے ہے جناب علی المرتضیٰ اور اہل بیت رضی اللہ عنہم اولاً اور بالذات اس میں داخل ہیں''

۴: جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کیلئے آیت کو مخصوص کرنا اس لئے بھی غلط ہے کہ آیت پھر محتاج تاویل ہوگی،، دلائل عقلیہ اور نقلیہ کو زیر ترتیب لا کر انبیاء کرام اور ملائکہ کو مستثنیٰ کرنا پڑے گا اور یہ استثناء بلا ضرورت ہوگی،

۵: بلا ضرورت کلام الٰہی میں تاویل نہیں کی جا سکتی تاویل وہاں ہوگی جہاں معنی حقیقی عبارۃ النص سے متعذر ہو،، اَن الذین امنوا الایۃ میں ظاہری معنی درست بلا لزوم محذور ہے ظاہری معنی جس پر عبارۃ النص دال ہو معنی حقیقی اصلی ہے اس کے مغائر معنی مراد لینا غیر حقیقی اور مجازی ہے حقیقی معنی موجود اور دستیاب ہونے کے باوجود تاویل کرنا اور مجاز کا ارتکاب کرنا ہرگز جائز نہیں لہٰذا خیر البریہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سب صحابہ سے افضل قرار دینا غلط ہے،،

۶: آیہ مقدسہ میں ''اولئک اسم اشارہ مبتداء ہے اور ھم خیر البریہ جملہ اس کی خبر ہے جملہ میں ھم ضمیر جمع کا مبتداء ہو کر اسم اشارہ برائے جمع کی طرف راجع ہونا ایجاب کلی پر دال ہے جس کو ایجاب جزی میں بدلنا خلاف قانون اور خلاف اصول ہے،

۷: تفسیر قرآن کے خلاف ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے'' **والذین امنوا باللہ ورسلہ اولئک ھم الصدیقون**'' (الحدید:۱۹) یہاں بھی تخصیص نہیں کہ الصدیقون سے مراد صرف حضرت ابوبکر صدیق ہیں بلکہ معنی عام مراد ہے۔

۸: انوار نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے جو روایت :ص: ۱۷۵، پر نقل کی ہے یہ اہل تشیع کی تراشیدہ ہے کیونکہ اس میں تخصیص ہے اور آیہء کریمہ کی نظم عبارت سے اس کی تائید وتوثیق نہیں ہوتی ،، اسی لئے علامہ سید محمود آلوسی رحمہ اللہ نے متعدد تعذرات نقل فرما کر اس کی خصوصیت کو رد فرما دیا ہے،

۹: اگر اس روایت کو صحیح تسلیم کرلیا جائے تو حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے شعر میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جو خیر البریہ کہا گیا ہے اس کا کیا جواب ہے؟ حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''**خیر البریہ اتقاھا واعدلھا**'' (تاریخ الخلفاء :ص:۲۶)

اولاً: رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو طلب فرما کر خود سماعت فرمائے اور تبسم فرمایا (روح المعانی ،تاریخ الخلفاء) زبدہ نے ان اشعار کو بھی حدیث تقریری کہا لیکن فن حدیث کی روشنی میں یہ حدیث مرفوع لفظاً معناً متواتر ہے ،:ص: ۱۷۵، پر منقول روایت کو بھی انوار نے مرفوع کہا جب اشعار بھی حدیث تقریری اور حدیث مرفوع ہوئے تو یہ تعارض ہے اس کا اندفاع کیا ہے؟ فافہم فتفکر،،

ثانیاً: امام جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''**اجمع اھل السنۃ ان افضل الناس بعد رسول اللہ ﷺ ابوبکر ،ثم عمر،ثم**

عثمان ،ثم علی الخ (تاریخ الخلفاء،ص:۳۴)

امام سیوطی رحمہ اللہ کی ہر سہ عبارات کو ترتیب دینے اور علامہ آلوسی کی تفسیر کو یک جا کرنے کے بعد نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ انوار نے تفضیل علی المرتضی کی تائید میں جو کچھ تحریر کیا ہے یہ اہل سنت کا عقیدہ نہیں بلکہ اہل تشیع کی اختراعات اور ایجادات ہیں، اسی طرح ابن مردویہ کی وہ روایت جو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب آیہء کریمہ ''ان الذین امنوا وعملوا الصلحت اولئك هم خير البريه'' نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''انت وشیعتك یوم القيامة راضين مرضين'' بھی آیہء کریمہ کے معنی عمومی کی وجہ سے مردود ہے کیونکہ آیہء کریمہ کے معنی عام کو مختص کیا گیا ہے معنی عام کو مختص کرنے کیلئے نص قطعی کی ضرورت ہے جبکہ مذکورہ روایت کے راوی فقط عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ہیں اور یہ خبر واحد ہو کر مفید ظن ہے،،

رابعاً: بالفرض اگر حدیث مرفوع بھی ہو تو بھی مفید اختصاص نہیں اس کی دو وجہیں ہیں (۱) نص قرآنی کے معنی عام کو معنی خاص میں تبدیل کرنے کیلئے نص قرآنی کا وجود اور شہادت ضروری ہے جو دلیل صارفہ یا قرینہ صارفہ کا کام دے،،

(۲) رسول اللہ ﷺ کے زمانہ اقدس میں لفظ شیعہ کی وضع ،اطلاق موجود نہیں یہ دور علوی کی پیداوار ہے جیسا کہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ نے تحفہ اثناء عشریہ میں اس کی پوری تفصیل بیان فرمائی ہے،

مختصراً یہ کہ آیہء کریمہ عبارۃ النص کے حوالے سے معنی عام پر دال ہے معنی خاص پر دلالت کرنے والی تمام روایات بے سند اور بے اصل ہیں ،، اہل تشیع کی تراشیدہ ہیں جیسا کہ علامہ آلوسی کے کلام سے مترشح ہے لہذا آیہء مبارکہ کا تفسیری حوالہ ماخوذہ از درمنثور افضلیت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کیلئے دلیل ہے نہ حجت ،، فافہم،،

افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اختلافی نہیں اجماعی ہے

انواریوں نے لکھا ہے کہ علامہ محبّ الدین طبری رحمہ اللہ اپنی تصنیف الریاض النضرۃ میں مسئلہ افضلیت کے اختلافی ہونے کا بیان کرتے ہیں اور اپنے موقف کے ثبوت میں یہ عبارت بھی نقل کی ہے: "وقد اجمع اهل السنه من السلف والخلف من الفقه والا ثران عليا افضل الناس بعد عثمان وهذا مما لم يختلف فيه وانما اختلفوا فى على و عثمان واختلف ايضاً بعض السلف فى على وابى بكر" (ص:۱۱۳۰) علامہ رحمہ اللہ نے نقل فرمایا کہ: اہل سنت کے تمام سلف وخلف فقہاء اور محدثین کا اجماع ہے کہ حضرت عثمان ذی النورین کے بعد حضرت علی افضل ہیں یہ عقیدہ مختلف فیہا نہیں، یہ اہل سنت کے تمام علماء محدثین اور تمام فقہاء کا اجماعی عقیدہ ہے لیکن بعض کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا علی المرتضیٰ افضل ہیں یا حضرت عثمان رضی عنہما یہ اختلاف کرنے والے کون ہیں؟ نامزد نہیں کیا، جبکہ پہلے اہل سنت کا اجماع بیان کیا ہے اجماع کے مقابل قول بعض یا اختلاف بعض غیر معتبر ہے ورنہ اجماع کا ذکر پہلے نہ فرماتے،،

ثانیاً: جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بالا جماع حضرت عثمان کے بعد افضل ہیں تو یہ اس بات کی دلیل اور قرینہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق حضرت علی رضی اللہ عنہما سے افضل ہیں کیونکہ وہ خلیفہ اول ہیں اور یہ خلیفہ چہارم ہیں جب ترتیب خلافت کے مطابق حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما افضل ہوئے تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بطریق اولیٰ افضل ہوئے کیونکہ وہ حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما دونوں سے بالا جماع صحابہ افضل ہوئے قانون یہ ہے کہ افضل الافضل افضل، پھر بھی حضرت ابوبکر صدیق، حضرت علی رضی اللہ عنہما سے افضل ہوئے،،

ثالثاً: علامہ نے تصریح فرمادی ہے کہ اختلاف صرف حضرت عثمان اور حضرت علی کے درمیان ہے (رضی اللہ عنہما) ابوبکر صدیق اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کے درمیان نہیں، تاکہ قول

اختلاف کیا جائے۔۔

رابعاً: چوتھی صورت جو اختلاف بتایا گیا ہے یہ بعض سلف کا ہے ظاہر ہے یہ عقیدہ اجماع کے خلاف ہے مرجوح اور غیر معتبر ہے اگر یہ قول راجح اور قابل عمل ہوتا تو سب کے آخر میں کیوں ذکر کرتے؟ اور سب سے پہلے اہل سنت کے اجماعی عقیدے کو کیوں نقل فرماتے؟ بعض السلف کے ذریعے اس کے ضعف اور شاذ ہونیکی طرف اشارہ فرمایا ہے،

خامساً: انواریوں نے یہاں بھی حوالہ نقل کرنے میں بددیانتی کا مظاہرہ کیا ہے اور سب سے بڑا جھوٹ علامہ محب الدین طبری رحمہ اللہ کی طرف منسوب کیا ہے نعوذ باللہ من ذالک'' علامہ محب الدین طبری رحمہ اللہ نے اس اختلاف کی تبطیل، تکذیب اور تردید میں نقل فرمایا:

''قال ابو قاسم عبد الرحمن بن الحباب السعدی فی کتابه المسمی ،، بالحجة لسلف هذه الملة فی تسمیتهم الصدیق بخلیفة رسول الله ﷺ وهم فی ذالک ابوعمرو غلطا ظاهرا لمن تامله یعنی ذکر الخلاف فی فضل علی علی ابی بکر''

(الریاض النضرۃ: ۱۸۰) ترجمہ: ابوقاسم عبدالرحمٰن بن الحباب السعدی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب المسمی ''الحجة لسلف هذه الملة الخ میں نقل کیا ہے کہ ابوعمرو، (ابن عبدالبر) نے ظاہراً غلطی کی ہے یعنی اس نے حضرت علی المرتضیٰ کو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما پر فضیلت دی ہے، علامہ مرحوم نے ابوقاسم عبدالرحمٰن بن الحباب السعدی کی کتاب سے یہ ثابت کیا ہے کہ صحابہ اور تابعین کے ادوار میں افضلیت ابوبکر صدیق پر اجماع ہے، یہ اختلاف ابوعمرو ابن عبدالبر نے پیدا کیا ہے اور اجماع کا انکار کر کے خطاء فاحش کا مرتکب ہوا ہے علامہ نے افضلیت کے اختلافی ہونے کو رد کر دیا ہے اور ابوعمرو ابن عبدالبر کو منکر اجماع قرار دے کر اختلاف کا بانی اور قصوروار ٹھہرایا ہے انواری نے علامہ مرحوم کی تردید اور پوری عبارت نقل نہیں کی خیانت کا مظاہرہ کیا ہے،،

علامہ رحمہ اللہ نے تصریح فرمادی کہ ابوسعید الخذری کے متعلق ابوعمرو ابن عبدالبر نے لکھا ہے کہ وہ

تفضیل علی کا عقیدہ رکھتے تھے،،

اس کا رد فرمایا اور ان کی روایت کردہ حدیث سے افضلیت ابو بکر صدیق پر حضرت علی رضی اللہ عنہما کا فرمان نقل فرمایا: ''روی عن علی ان ابابکر خیر الامت بعد رسول اللہ ﷺ فکیف یعتقد فی علی انه خیر من ابی بکر ''ترجمہ: حضرت علی سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ کے بعد پوری امت میں ابو بکر صدیق سب سے افضل ہیں، ابو سعید حضرت علی رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث نقل کرنے کے بعد یہ عقیدہ کیسے رکھ سکتے ہیں کہ حضرت علی، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہما سے افضل ہیں،،

ابی یعلی محمد بن الحنفیہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے (محمد بن الحنفیہ) اپنے والد گرامی (حضرت علی المرتضیٰ) رضی اللہ عنہم سے پوچھا کہ ''ای الناس خیر بعد رسول اللہ ﷺ قال ابو بکر قلت ثم قال ثم عمر الحدیث (بخاری، دار قطنی) رسول اللہ ﷺ کے بعد کون سب سے افضل ہے فرمایا ابو بکر، پھر پوچھا ان کے بعد کون؟ فرمایا عمر رضی اللہ عنہ،، حضرت حسن بن محمد بن الحنفیہ سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے،(فتح الباری) ثابت ہوا کہ دور صحابہ اور تابعین رضوان اللہ علیہم میں شیخین کی افضلیت پر اجماع اور اتفاق ہے ورنہ حضرت علی المرتضیٰ ان کے لخت محمد بن الحنفیہ، ان کے نور نظر حضرت حسن رضی اللہ عنہم، افضلیت شیخین کا قول کرتے نہ آگے روایت کرتے، انوار نے، ص: ۱۰۵، اور، ص: ۱۱۳،، پر کیسے لکھ دیا ہے کہ یہ مسئلہ اتفاقی نہیں اختلافی ہے،،

شہاب الدین امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے نقل فرمایا، ابن ابی جحیفہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابو جحیفہ سے فرمایا، اے ابو جحیفہ تجھے بتاؤں کہ نبی کریم ﷺ کے بعد امت میں سب سے افضل کون ہے؟ تو ابو جحیفہ نے عرض کیا فرمائیے، فرمایا:''ولم اکن اری ان احدا افضل منه، (فتح الباری: ص: ۲۶، جلد، ۷)

ابوبکر سے زیادہ افضل میں نے کسی کو نہیں دیکھا،، حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی آمد پر بنو ہاشم کے اجتماع میں جو خطبہ ارشاد فرمایا اس کے یہ الفاظ توجہ طلب ہیں: ''اما بعد فانه لم يمنعنا ان نبا يعك يا ابا بكر انكارا لفضيلتك و لا نفاسة عليك بخير ساقه الله اليك ،،الخ ،(الریاض النضرۃ:ص:ا:ص:۲۴۳)

ترجمہ: حمد وصلوۃ کے بعد اے ابوبکر ہمارا بیعت نہ کرنے کا مقصد یہ نہیں کہ ہم آپ کی افضلیت کے منکر ہیں ہم اس خیر کا بھی انکار نہیں کرتے جس کا اللہ تعالیٰ نے آپ پر فیضان فرمایا ہے یعنی آپ افضل الامت اور خیر الامت ہیں،

یہ امر انتہائی مضحکہ خیز ہے کہ حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق کی افضلیت اور خیر البشر ہونے کا اعلان بنو ہاشم کے اجتماع میں کرر ہے ہیں مگر سید اور ان کے نسب سے ہونے کے مدعیان ابوعمر و ابن عبد البر کی پیروی کرر ہے ہیں اور وہ بھی ساڑھے تین سو سال بعد،اور سرخی جمارہے ہیں کہ مسئلہ افضلیت اتفاقی نہیں اختلافی ہے یاللعجب،،

شہاب الدین ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے فرمایا: واذا تقرر ذالك فالمقطوع به بين اهل السنة بافضيلة ابى بكر ثم عمر" (فتح الباری، ج،۷:ص:۲۷) جب یہ امر محقق ہو گیا کہ صحابہ وتابعین کا اجماع ہے کہ افضل الامت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہما ہیں تو ان کی افضلیت پر اہل سنت و جماعت کا اجماع منعقد ہوا ہے،،

جب شیخین کی افضلیت پر تمام صحابہ اور تابعین کا اجماع ہے اور ان کے اجماع پر جمہور اہل سنت کا اجماع ہے تو نہ معلوم انواریوں کو افضلیت میں اختلاف کیوں اور کیسے نظر آیا؟ اور یہ کہنا کیسے درست ہوا کہ اختلاف شروع سے چلا آرہا ہے شروع سے مراد اگر صحابہ وتابعین کا زمانہ ہو تو دلائل قطعیہ سے اس کا بطلان واضح ہے اور اگر شروع سے مراد ابوعمر و ابن عبد البر کا زمانہ ہو تو یہ دو وجہ سے باطل ہے (ا) یہ اختراع خیر القرون سے بہت بعد کی ہے لائق حجت نہیں (۲) یہ فرد واحد کا

قول ہے صحابہ وتابعین کے اجماع اور جمہور اہل سنت کے اجماع کے مقابل متروک اور مردود ہے اسی لئے علامہ محبّ الدین طبری رحمہ اللہ نے اس کو خطائے فاحش کا مرتکب قرار دیا ہے سوچنے کی بات ہے کہ اس عقیدے کی کیا حیثیت ہے؟ جو صحابہ تابعین بلکہ خود حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اعلان افضلیت کے خلاف قول ابن عبد البر پر قائم اور استوار ہو، اور پھر جمہور اہل سنت کے عقیدہ کے مغائر ہو اس عنوان میں تفصیلات عمدۃ التحقیق میں موجود ہیں وہاں دیکھ لی جائیں، اللہ توفیق ہدایت عطا فرمائے،، انواریوں کے اس انداز نقل کو کیا کہا جائے؟ اگر عمداً پوری عبارت نقل نہیں کی تو بددیانتی ہے اور اگر فہم وادراک سے محروم ہو کر نقل کی ہے تو کوتاہ علمی اور کج فہمی ہے،

انواریوں نے: ص: ۱۱۲، پر کس قدر لایعنی بات کی ہے: محبّ الدین طبری رحمہ اللہ کے ہر حوالے اور ہر بات کو کس نے حجت قرار دیا ہے یہ تو انوار کے مفکر اسلام نے نعرۂ حیدری کے، ص: ۱۵، پر تحریر کیا ہے وہاں دیکھنے کی ہمت اور توفیق نصیب نہیں ہوئی،،، الٹا الزام عمدۃ التحقیق پر لگا دیا جھوٹ پر مبنی الزام تراشی یہ تحقیق کے انوار ہیں؟

انوار کے، ص: ۸۸، پر ہے کہ اگر اجماع کے خلاف کوئی روایت آجاتی ہے تو اجماع ظنیت سے اتر کر قطعیت کے درجہ میں آجاتا ہے جبکہ حقیقت اس کے برعکس ہے سبحان اللہ یہ بھی تحقیق کا نور ہے؟

اگر روایات یا روایت ہے تو سقیفہ بنی ساعدہ میں موجود کس صحابی کا قول ہے؟ اور کون اس کا راوی ہے؟ بدوں ثبوت نقل محض زبانی ادعا فکر اسلام ہے یا نور تحقیق؟ ابن عبد البر کی روایت محدثین کے نزدیک شاذ متروک اور مردود ہے معارضہ کیلئے شرط یہ ہے کہ انکار پر مبنی قول صحابہ یا صحابی بطور نص بوقت انتخاب اور بوقت بیعت موجود ہو، اس مضمون کا حامل اور اس صفت سے متصف کوئی قول اور کوئی روایت بطور نص بوقت انتخاب اور بیعت موجود، اس مضمون کا حامل اور اس صفت سے متصف کوئی قول اور کوئی روایت موجود ہی نہیں،، صاحب ہدایہ رحمہ اللہ کے فقہی اجتہادی قول

سے صحابہ اور تابعین کے اجماع قطعی کا معارضہ کرنا اور قول اکثر میں بدلنا انوار تحقیق ہیں؟ کیا اصول فقہ چھٹی صدی ہجری کے قول فقہی اجتہادی سے اجماع صحابہ سے معارضہ کی اجازت دیتا ہے؟ اصول فقہ کے مطابق مقام اجماع، شرائط، اقسام اجماع، حکم اجماع سے آنکھیں پھیر لینا، فکر اسلام اور نور تحقیق ہے؟

اعلان جمہوری ہونے کا مگر افضلیت نہ قطعی ہے نہ ظنی، سبحان اللہ،

عبارات میں توڑ مروڑ کرنا پوری عبارت نہ زبدہ میں نقل کرنا اور نہ انوار میں فکر اسلام ہے یا تحقیق کا نور؟ دعوی یہ کہ ہم جمہور کے ساتھ کھڑے ہیں، مگر افضلیت اختلافی ہے، ظنی ہے اتفاقی اجماعی نہیں یہ کس تحقیق کے انوار ہیں؟ اور وہ کون سا اسلام ہے، عقیدہ افضلیت میں جس کے یہ افکار ونظریات ہیں؟

اب امانت ودیانت کے اجالے میں یہ بتایا جائے کہ مندرجہ بالا تضادات، اور منکرات گلہائے عجیبیہ ہیں یا انوار کے، ص: ۱۱۷، پر لکھا جانے والا ''حرف بزرگ؟''

اتنی نہ بڑھا پاکیٔ داماں کی حکایت   دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا تو دیکھ

بلکہ انواریوں کے کھلائے ہوئے تضادات ومنافات کے گلہائے گونا گوں کو دیکھ کر یہ کہنا پڑتا ہے کہ فقط لفظ بزرگ کو پڑھ کر اترانے والے:

اے چشم شعلہ بار ذرا دیکھ تو سہی   یہ گھر جو جل گیا ہے کہیں تیرا گھر نہ ہو

زبدہ کے مصادر میں سات نام تحریر کئے گئے، ان میں مروج الذہب کا مصنف الحسین بن علی، حلیۃ الاولیاء کا مصنف حافظ ابونعیم اصفہانی، ینابیع المودۃ کا مصنف حافظ سلیمان بن ابراہیم قندوزی، الفصل فی الملل کا مصنف ابن حزم اندلسی ظاہری ہے انوار نے ان کے دفاع میں سوانح حیات کا ایک لفظ تک نہیں لکھا جس کا واضح مقصد ان کی اعتقادی حیثیت کو تسلیم کرنا اور اس کا اعتراف ہے اب سوال یہ ہے کہ باقلانی، عبدالکریم شہرستانی، ابن عبدالبر اندلسی کا دفاع انوار

تحقیق ہے؟ یا ان چاروں کے اعتقادیات اور نظریات کا تسلیم واعتراف؟ بانیان تحقیق نے تردید وانکار کے بجائے سکوت کیوں کیا؟ کیا یہ سکوت السکوت فی معرض البیان بیان نہیں؟ فافہم فتفکر،،

"واللہ یہدی من یشاء الی صراط المستقیم،،

انوار زبدہ کا حسی حصہ ہے، اس کے اوراق کو اٹھا کر انوار کے ساتھ منتقی کر دیا گیا ہے، زبدہ کے ہر سوال کا جواب اور دلیل کا رد بلیغ عمدۃ التحقیق میں موجود ہے اس لئے یہاں اعادے اور تکرار سے گریز کیا جاتا ہے،،

بتوفیق اللہ العلی العظیم

راجیٔ غفران صغیر احمد قادری
خطیب مرکزی جامع مسجد بہار مدینہ کھجورلہ
تحصیل کھوئی رٹہ ضلع کوٹلی آزاد کشمیر
۱۵ اپریل ۲۰۱۳ء

مبلغ اسلام، مناظرِ اسلام اہل سنت، سیّد السادات، پیر طریقت

حضرت صاحبزادہ سیّد عرفان حسین شاہ

مشہدی، حسنی حسینی، زیب آستانہ عالیہ بھکی شریف مدظلہ العالی،

اور مرکزی جماعت اہل سنت تحصیل کھوئیرٹہ، ضلع کوٹلی آزاد کشمیر

بحمداللہ تعالیٰ جماعت اہل سنت کھوئیرٹہ میں مسلک حقہ اہل سنت و جماعت کی، اعتقادی اور نظریاتی سرحدوں کی پاسداری اور تحفظ میں فعال کردار ادا کر رہی ہے مخالف سمت سے اٹھنے والی ہر آواز ہر تحریک کا تحریر و تقریر کے ذریعے مسکت جواب دینے کیلئے ہمہ اوقات چوکس اور متوجہ ہے اس تناظر میں فرض منصبی نبھاتے ہوئے اور اعتقادی ذمہ داری پوری کرتے ہوئے عالمی شہرت یافتہ تین کتب ’’توضیح الدلائل، عمدۃ التحقیق دو جلدوں میں اور توضیحات طبع کروا کر تقسیم کر چکی ہے ’’مختصر‘‘ ہذا انوار تحقیق کے دو سوالوں کا جواب ہے، اگرچہ عمدۃ التحقیق کی دونوں جلدوں میں ان کے جوابات مدلل اور محقق انداز میں دیئے جا چکے ہیں لیکن مناسب یہی سمجھا گیا کہ جواب دیا جائے،، بحمداللہ یہ تحقیق بالائے تحقیق ہے جس کو’’ ازہار تحقیق‘‘ کے نام سے موسوم کرتے ہوئے بطور تحفہ اہل سنت و جماعت کی نذر کیا، جا کر حضرت مبلغ اسلام اور مناظر اہل سنت کے حکم کا امتثال کیا گیا ہے موصوف کا ارشاد تھا کہ اہل سنت کا مذہبی اور نظریاتی فریضہ ہے کہ وہ اپنے اسلاف کے مشرحہ اور مفسرہ عقائد جن کے مبادیات قرآن، حدیث، اور اجماع امت ہیں کی تبلیغ اور تشہیر میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا جائے، ازہار تحقیق اس سلسلہ کی پہلی کڑی ہے یہ اس بات کا عہد و پیماں ہے کہ جماعت اہل سنت، اپنے محسن اور مربی مبلغ اسلام، مناظر اہل سنت کے ظل عاطفت میں رہ کر اہل سنت کے خلاف اٹھنے والی ہر آواز کا تعاقب کرتے ہوئے منہ توڑ، جواب دے گی۔

واللہ ولی التوفیق،،

ازہار تحقیق فاضل اہل سنت قاری صغیر احمد قادری کی ذاتی کاوش ہے، موصوف نے نگارشات، کمپوزنگ، ڈیزائننگ کے جملہ فرائض خود سرانجام دیئے ہیں، اور پروف ریڈنگ عالمی عقیدت گاہ آستانہ مقدسہ عالیہ گلہار شریف ادام اللہ شرفہ کے معتمد اور منظور نظر ہارون احمد نقشبندی صدیقی نے کی ہے ہر دو کیلئے جماعت اہل سنت دعا گو ہے، خالق کائنات ان تمام کاوش ہائے خیر کو شرف اجابت عطا فرمائے، آمین

مجلس علماء اہلسنت
وادی پناہ
کھوئی رٹہ آزاد کشمیر
0344-5751600, 0355-8103999, 0301-5802417
0346-5286259, 0300-9536420, 0312-9537375
PRINTED BY: SHABBIR 0322-7202212 0346-7863373